اسلامی علوم و تحقیقات اور زبان وادب کا ترجمان ماہنامہ

شمارہ نمبر.....:۳

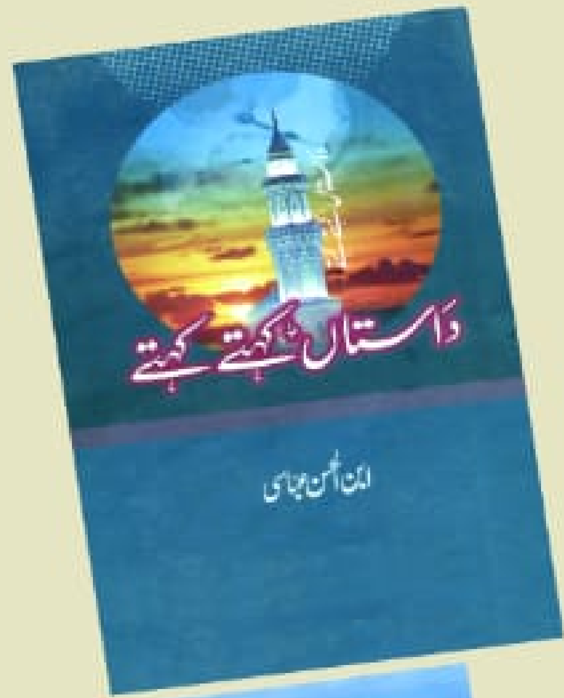
النخیل

کراچی

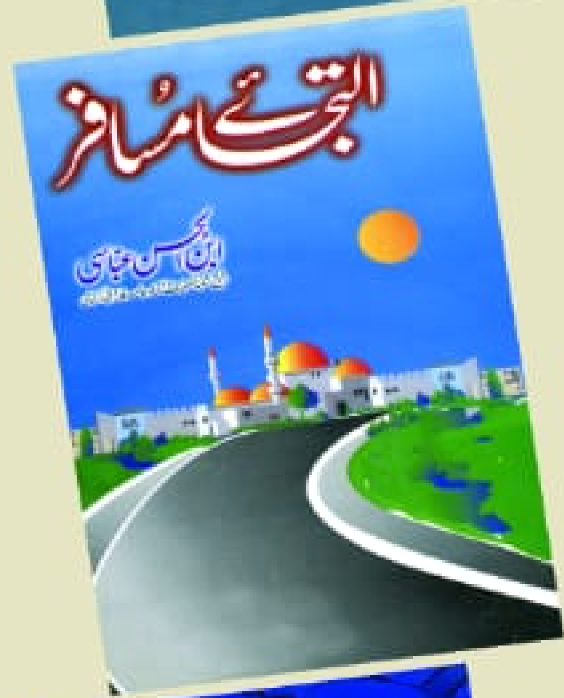
مدیر

ابن الحسن عباسی

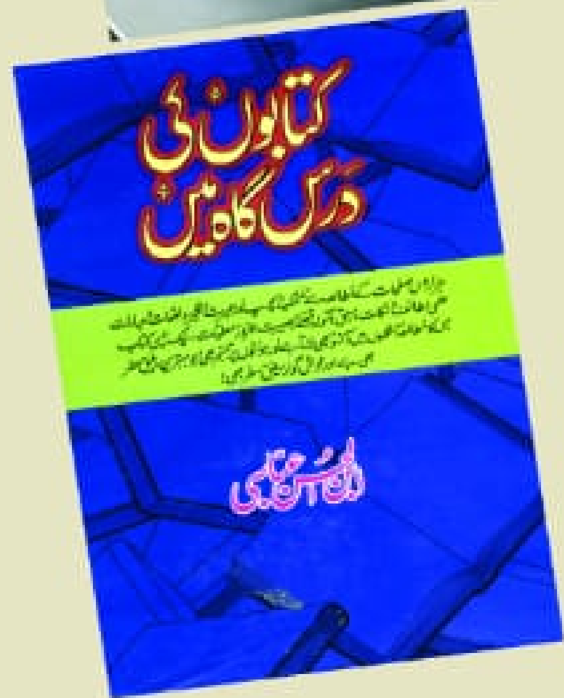

دینی مدارس
ابن الحسن عباسی


داستاں کہتے کہتے
ابن الحسن عباسی


متاعِ وقت
کاروانِ علم
ابن الحسن عباسی


التجائے مسافر
ابن الحسن عباسی


کرنیں
ابن الحسن عباسی


کتابوں کی درس گاہ میں
ابن الحسن عباسی

اسلامی علوم وتحقیقات اور زبان وادب کا ترجمان ماہنامہ

النخیل کراچی

شمارہ نمبر:3 شوال 1440ھ بمطابق جون 2019ء

جامعہ تراث الاسلام، شاہ فیصل ٹاؤن، کراچی

alnakhil786@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی شمارہ: .... 60روپے　　**سالانہ زرِتعاون:**.... 700روپے

خط وکتابت کا پتہ:..... جامعہ تراث الاسلام، شاہ فیصل ٹاؤن، کراچی

رابطہ نمبر:.......... 03343116964، 03004097744

ای میل ایڈریس: alnakhil786@gmail.com

صدائے نخیل

الزام اور بہتان تراشی کی وبا

مدیر کے قلم سے

بے بنیاد الزام لگانا اور بہتان تراشی کرنا بڑے گناہوں میں شمار ہوتا ہے، سوشل میڈیا نے جہاں رابطوں کو عام، تعلقات کے دائرے کو وسیع اور ہر کہہ ومہہ کو کہنے لکھنے کا موقع فراہم کر دیا ہے، وہاں الزام تراشی کی وبا بھی عام اور آسان ہو گئی ہے، اس سے قبل تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، مذہبی اور سیاسی اختلاف رکھنے والے، نیچے سے اوپر تک اکثر اس وبا کا شکار نظر آتے ہیں، ذاتی اختلاف رکھنے والے، اسے انتقامی حربے کے طور پر استعمال کرتے ہیں......عام لوگوں کی کیا بات کی جائے، ایک بڑے عالم کی خدمت میں حاضری ہوئی جو خیر سے شیخ الحدیث بھی ہیں، ایک دوسرے عالم کے بارے میں ان کا ارشاد تھا کہ ان کے بقول: ''قرآن کریم، کتابِ ہدایت نہیں ہے......'' پوچھا، حضرت، انہوں نے کس تقریر میں، کب یہ بات کہی ہے؟......حضرت کے پاس، اس کا تسلی بخش جواب نہیں تھا، میں حیران رہا اور وہ اڑے رہے......حال ہی میں صحافیوں کی ایک فہرست جاری ہوئی ہے، اہل دین کے گروپوں میں نشر ہوتی رہی، کہا گیا...... ''یہ سب قادیانی ہیں'' پوچھا گیا: ''دلیل، ثبوت؟'' کوئی ثبوت نہیں، کئی حضرات سادگی میں اسے کارِ خیر سمجھ کر عام کرتے رہے، جب کہ ان ناموں میں کئی ایسے نام تھے جنہوں نے خود قادیانیت کے خلاف کام کیا......سیاسی اختلاف رکھنے والے کارکنوں کی حالت ناقابل بیان ہے، ابھی کل پرسوں میں دیکھ رہا تھا، حکمران جماعت کے سوشل میڈیا کے نیٹ ورک میں ایک عالم دین کے بارے میں کہا گیا

کہ انہوں نے پینتالیس لاکھ کی لسی نوش فرمائی ہے اور سینکڑوں کارکن اسے سچ سمجھ کر تبرا کر رہے تھے۔

قومی طور پر یہ ہماری اخلاقی گراوٹ ہے، اس میں دین دار اور غیر دین دار سب ہی مبتلائے وبا ہیں، یہ اس پیغمبر اسلام کے نام لیوا ہیں جنہوں نے ہر سنی سنائی بات بیان کرنے کو جھوٹ کی علامت قرار دیا اور جن کی شریعت میں تہمت تراشی پر باقاعدہ ''حد قذف'' کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

جو قومیں آسمانی تعلیمات کی ہدایت سے محروم ہیں، خواہشات یا اپنے مفادات کی دل چسپی کے لیے وہ کچھ بھی کرسکتی ہیں، ان ہی کی باغی دنیا نے مدتوں قبل یہ روش اپنائی تھی کہ جھوٹ کو اس قدر عام کیا جائے کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے، سچائی تک رسائی ہو تو آدھی سے زیادہ فصلیں تباہ ہو چکی ہوں...... دنیا نے عراق کی تباہی کا منظر دیکھا ہے، مشہور کیا گیا کہ ادھر کیمیاوی ہتھیار ہیں، جسے جواز بنا کر مخالف قوتیں اس پر پل پڑیں اور اسے ادھیڑ کے رکھ دیا، بعد میں اعتراف کیا گیا کہ کچھ نہیں تھا...... قوموں کی جنگوں میں پروپیگنڈہ ایک موئثر ہتھیار رہا ہے اور شاید رہے گا لیکن ایک مسلم معاشرے اور سماجی رابطوں کے دائرے میں الزام تراشی اور بہتان بازی حرام اور موجب سزا جرم ہے، ہم کئی بار دانستہ یا نادانستہ، یہ گناہ کرتے ہیں، الزام لگانا یا کسی کے الزام کو بلا ضرورت بغیر تحقیق کے عام کرنا، دونوں حرکتیں کبائر میں سے ہیں، حالت یہ ہوگئی ہے کہ اسے گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا...... تحسبونہ هینا وھو عند اللہ عظیم (جسے تم ہلکا سمجھ رہے ہو، وہ اللہ کے نزدیک سنگین جرم ہے)

ہمیں پیغمبرانہ تعلیمات کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے...... اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

ابن الحسن عباسی

کتابیں ہیں چمن اپنا

المحیط البرہانی

مفتی محمد ساجد میمن
ناظم تعلیمات: جامعہ تراث الاسلام

[کتابیں ہیں چمن اپنا......اس عنوان کے تحت ہر ماہ اسلامی علوم کے بنیادی مصادر و مراجع میں سے کسی ایک اہم کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ادارہ]

کچھ مصنف کے بارے میں:......آپ کا نام نامی، نسب گرامی محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد بن الصدر الکبیر برہان الدین عبدالعزیز بن عمر بن مازہ اور لقب برہان الدین ہے، ائمہ کبار اور فقہائے نامدار میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔آپ کی ولادت ۵۵۱ھ میں مرغینان میں ہوئی۔

حصولِ علم اور اساتذہ:......اپنے زمانے کے جید اور ممتاز علماء اور مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور علم حاصل کیا، آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد الصدر السعید، چچا الصدر الشہید حسام الدین شامل ہیں۔ ۶۰۳ھ میں حج کی نیت سے حرمین شریفین کا رخت سفر باندھا، اس دوران علمائے حرمین سے بھی خوب علمی استفادہ کیا، آپ کا گھرانہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق تھا، آپ کے والد، چچا، دادا، نانا اور چچازاد بھائی وغیرہ حضرات کا شمار اپنے زمانہ کے نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا تھا، ان تمام حضرات سے آپ نے کسب علم کیا۔آپ تاحیات درس و تدریس، فتاویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور علماء و طلبہ کو مستفید کرتے رہے، آپ سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و طلبہ نے استفادہ کیا، جن میں آپ کے صاحبزادے صدر الاسلام طاہر بن محمود بھی شامل ہیں۔

وفات:......۶۱۶ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں علم کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

(الفوائد البھیۃ: ص ۲۰۵، کشف الظنون: ۲۰۵/۳، حدائق الحنفیہ: ص ۲۶۹)

علمی مقام ومرتبہ:......علامہ کفویؒ نے ''أعلام الأخیار'' میں فقہائے احناف کے پانچ طبقات ذکر کئے ہیں اور صاحب محیط برہانی کو طبقہ ثانیہ میں امام طحاویؒ، امام کرخیؒ اور امام حلوانیؒ وغیرہ کی صف میں ذکر کیا ہے۔(**النافع الکبیر: ص ٨**) جب کہ ابن کمال پاشاؒ نے فقہائے احناف کے سات طبقات ذکر کئے ہیں اور صاحب محیط کو طبقہ ثالثہ یعنی ''**طبقة المجتهدين فی المسائل**'' میں شامل کیا ہے۔(**التعليقات السنية على الفوائد البهية: ص ٢٠٥**)

تصنیفات وتالیفات:......اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو فقہ کا خصوصی ذوق اور فقہ میں مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی، جس کا واضح ثبوت آپ کی تصانیف ہیں، آپ نے فقہ حنفی میں گراں قدر کتابیں لکھیں، لیکن افسوس کہ ان میں سے ایک بھی کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر نہ آسکی!!

(١)...تتمة الفتاوىٰ...(٢)...التجريد البرهانی فی فروع الحنفية...(٣)... ذخيرة الفتاوى مشهور بـ الذخيرة البرهانية...(٤)...شرح أدب القاضی للخصاف... (٥)... شرح الجامع الصغير للشيبانی فی الفروع ...(٦) شرح الزيادات للشيبانی...(٧)...الطريقة البرهانية...(٨)... فتاوىٰ البرهانی...(٩) ... الواقعات فی الفقه...(١٠)...الوجيز فی الفتاوىٰ...(١١)... المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، اس وقت یہی کتاب ہمارے زیر تبصرہ ہے۔

''المحیط البرہانی'':......محیط برہانی کا شمار فقہ حنفی کی جلیل القدر اور عظیم الشان کتب میں ہوتا ہے اور اگر اسے فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔اس کتاب کے صرف اہم مسائل کی تعداد کو دیکھا جائے جنہیں مرقم کیا گیا ہے تو وہ ٢١،٣٣٩ ہے، ان میں سے ہر اہم مسائل کے تحت دسیوں جزئیات ہیں، اس طرح یہ کتاب کئی ہزار مسائل کا مجموعہ اور اسم بامسمی ہے۔

کتاب کا نام اور وجہ تسمیہ:......مصنفؒ نے '' خطبۃ الکتاب''میں کتاب کا نام ''**المحیط**'' ذکر کیا ہے ،جس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ مصنف نے اپنی اس تصنیف میں دیگر کتب کے مسائل،فتاوی اور فوائد فقہیہ کا احاطہ کیا ہے،البتہ'' کشف الظنون''میں اس کتاب کا نام''**المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی**'' مذکور ہے،جبکہ بعض کتابوں میں صرف''**المحیط**'' مذکور ہے۔

اس اختلافِ نام کی وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ مصنفؒ نے تو اپنی اس کتاب کا نام صرف ''**المحیط**'' رکھا تھا

لیکن بعد میں مختلف فنون میں "المحیط"نام کی کتب آ گئی تو اشتباہ سے بچنے کے لئے مصنف کی وفات کے بعد "البرھانی"کا اضافہ کردیا تا کہ دیگر کتب سے امتیاز ہوجائے۔

لفظ "المحیط"کا معنی: فقہاء کی اصطلاح میں "المحیط" اس کتاب کو کہتے ہیں "جس میں فقہ کے اکثر مسائل مع اصول وفروع امام محمد کی کتب ستہ مبسوط، جامع کبیر، جامع صغیر، سیر صغیر، سیر کبیر اور زیادات کے حوالے سے مذکور ہوں، اس کے ساتھ ساتھ کتبِ نوادرات، علماء کے فتاویٰ، فوائد فقہیہ، نکات غریبہ اور پیش آمدہ مسائل کا حل بھی مذکور ہو۔"

زیرِ تبصرہ کتاب "المحیط البرھانی" مذکورہ بالا تعریف کا بالکل صحیح مصداق ہے کہ اس کتاب میں مصنفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے لے کر اپنے زمانہ تک جتنی اہم فقہی تصانیف تھیں ان کے مسائل کو بہترین اسلوب اور مرتب انداز میں جمع کر دیا ہے۔

سببِ تالیف:......مقدمہ میں کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مصنفؒ لکھتے ہیں:

"...وقد وقع لي في رأيي أن أتشبه بهم بتأليف أصل جليل يجمع فيه جل الحوادث الحكمية...والنوازل الشرعية...ليكون عونًا لي حال حياتي، وأثرًا حسنًا ليبعد وفاتي... وقد انضاف إلى هذا الرأي الصائب التماس بعض الأخوان، فقابلت التماسهم بالإجابة۔ وجمعت مسائلالمبسوط، والجامعَين، والسيَر، ... والزيادات، وألحقت فيها مسائل النوادر، والفتاوى ، والواقعات، وضممت إليها من الفوائد التي استفدتها من سيدي، ومولاي والدي۔تغمده الله تعالى بالرحمة ۔ والدقائق التي حفظتها من مشايخ زماني، وفصّلت الكتاب تفصيلًا، وجنّست المسائل تجنيسًا، وأيّدت أكثر المسائل بدلائل عول عليها المتقدمون ، واعتمد [عليها] المتأخّرون ،وعملت فيه عمل من طبّ لمن أحب، وسميت الكتاب بـ "المحيط"۔

(خطبة الكتاب: ١/١٥٩)

مصنف نے اس کتاب کی جو وجہ تالیف ذکر کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اکابر کی اتباع کرتے ہوئے

ایک ایسی کتاب لکھیں جو تمام مسائل فقہ کی جامع ہو اور زمانہ کی تبدیلی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ احکام میں جو تبدیلی واقع ہوئی ہے ان کا بھی ذکر ہو۔آپ نے اپنی اس تالیف میں مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر کبیر، سیر صغیر اور زیادات کے مسائل کو جامع کیا ہے اور اس کے ساتھ مسائلِ نوادرات اور مشائخ کے فتاویٰ کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنے والد محترم سے جو فقہی فوائد حاصل کئے تھے، ان کو اور اپنے زمانہ کو فقہاء و مشائخ کے فقہی نکات کو بھی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

محیط برہانی کا صحیح مصداق: اکثر علماء اور مشائخ سے محیط برہانی اور اس کے مصنف کی بابت سہو ہوا ہے:

(۱)......علامہ قرشیؒ نے **الجواهر المضیئة** میں اور حاجی خلیفہؒ نے کشف الظنون میں ''محیط رضوی'' کو شمس الائمہ سرخسیؒ کی تالیف قرار دیا ہے، جب کہ فیض الباری (۳/۲۶۸) میں ''محیط برہانی'' کی نسبت شارح وقایہ کے دادا کی طرف کی گئی ہے۔

(۲)......بعض حضرات نے محیط برہانی کا مصنف علامہ رضی الدین سرخسیؒ کو قرار دیا ہے۔

(۳)......بعض کتب میں ''محیط کبیر'' کا اطلاق محیط سرخسی پر کیا گیا ہے۔

یہ تمام باتیں خلاف حقیقت ہیں اور اس بابت ان علماء و مشائخ کو تسامح ہوا ہے، اس تسامح کی جو وجوہات سامنے آئیں ذیل میں ان کو ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)......صاحبِ محیط برہانی اور علامہ رضی الدین سرخسیؒ دونوں ہم عصر ہیں اور دونوں کی ''**المحیط**'' نام سے تالیف موجود ہے، جس کی بناء پر اشتباہ ہوا۔

(۲)......محیط سرخسی/ رضوی کے مصنف کا نام محمد بن محمد بن محمد رضی الدین سرخسیؒ ہے، جب کہ شمس الائمہ سرخسیؒ الگ ہیں، جن کا پورا نام محمد بن احمد بن ابی سہل ابوبکر شمس الائمہ سرخسیؒ ہے، شمس الائمہ سرخسی کی ''**المحیط**'' نام سے کوئی تصنیف نہیں، لہٰذا صاحب کشف الظنون کا ''محیط رضوی'' کا مصنف شمس الائمہ سرخسی کو قرار دینا خلافِ حقیقت بھی ہے اور باعث حیرت بھی!

(۳)......محیط برہانی کا شمار اپنے زمانہ تالیف سے لے کر آج تک ان کتب میں ہوتا ہے جو نایاب ہیں، علامہ ابن نجیمؒ اور علامہ قرشیؒ وغیرہ حضرات کو بھی اس کتاب کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا، ''**المحیط**'' نام کی جو کتاب متداول رہی ہے وہ محیط رضوی ہے، اس بناء پر بھی بعض حضرات کو غلط فہمی واقع ہوئی کہ محیط برہانی کو علامہ رضی الدین سرخسیؒ کی تالیف سمجھ لیا گیا۔

(۴)......کتب فقہ میں جب بھی مطلقاً ''المحیط'' کہا جائے یا ''المحیط الکبیر'' بولا جائے تو اس سے مراد ''المحیط البرہانی'' ہوتا ہے، لہٰذا ''المحیط الکبیر'' سے ''محیط سرخسی'' مراد لینا غلط ہے۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: الفوائد البھیة: ص ۱۸۹ تا ۱۹۱ اور ص ۲۴۶)

کتب فقہ میں محیط برہانی کا مقام:......محیط برہانی کا شمار فقہ حنفی کی اہم کتب اور بنیادی مراجع میں ہوتا ہے، اس کی اہمیت اور قابل اعتماد ہونے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ فقہ حنفی کی کوئی بھی کتاب محیط برہانی کے تذکرے اور حوالے سے خالی نہیں، صرف ''فتاویٰ عالمگیریہ'' (جو فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا اور مراجع میں سے ہے) کی جلد اول میں ۵۰۰ سے زیادہ مسائل میں محیط برہانی کا حوالہ مذکور ہے۔''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کے صفحات محیط برہانی کے حوالے سے بھرے پڑے ہیں اور صاحبِ فتاویٰ محیط برہانی کے حوالے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ''م'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

''صاحبِ قنیۃ'' نے بھی محیط برہانی سے خوب استفادہ کیا ہے اور اس کے حوالے کے لئے ''بم'' کا رمز مقرر کیا ہے۔ان چند کتب کے علاوہ فقہ کے دیگر اہم مراجع ''البحر الرائق، درمختار، ردالمختار'' وغیرہ محیط برہانی کے حوالوں سے بھرے پڑے ہیں۔

ان تمام کتب فقہ میں محیط برہانی کے حوالوں کا اس کثرت کے ساتھ ہونا اس کتاب کے مستند ہونے کی دلیل ہے اور یہ اس بات پر شاہد ہیں کہ ہر دور میں علماء وفقہاء نے اس کتاب سے عام مطبوع نہ ہونے کے باوجود بھرپور استفادہ کیا ہے۔

حاجی خلیفہ، کشف الظنون میں ''ذخیرۃ الفتاویٰ'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

''ذخيرة الفتاوى للإمام برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد العزيزا بن عمرابن مازه البخاري، المتوفى: ٦١٦ھ، اختصرها من كتابه المشهور بـ'' المحيط البرهاني'' كلاهما مقبولان عند العلماء''۔

(کشف الظنون: ۸۲۴-۸۲۳/۱)

یعنی ''ذخیرۃ الفتاویٰ'' فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''المحیط البرھانی'' کا اختصار ہے اور یہ دونوں کتابیں اہل علم کے ہاں مقبول ہیں۔

علامہ عبدالحئی لکھنویؒ محیط برہانی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"منحني الله تعالى مطالعته فرأيته كتابًا نفيسًا مشتملًا على مسائل معتمدة متجنبًا عن المسائل الغريبة الغير المعتبرة،ورأيته ليس جامعًا للرطب واليابس،بل فيه مسائل منقحة وتفاريع مرصعة"۔(الفوائد البهية:ص ۱۹۰)

المحیط البرہانی پر تنقید اور اس کی حقیقت:......علامہ ابن نجیمؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ وغیرہ حضرات نے محیط برہانی کو غیر معتبر کتب فقہ میں شمار کیا ہے اور اس سے فتویٰ دینے سے منع کیا ہے،جس سے عام طور پر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب ابن نجیم اور ابن عابدین جیسے فقہاء اس کتاب کو غیر معتبر قرار دے رہے ہیں تو اس کتاب میں ضرور کوئی نقص ہوگا۔اس اعتراض کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اس کتاب سے جو فتویٰ دینے سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ کتاب غیر معتبر اور غیر مفتی بہ مسائل کا مجموعہ ہے بل کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب وقت تالیف سے نایاب تھی اور نایاب اور غیر موجود کتب سے فتویٰ دینا اصول افتاء کے خلاف ہے۔

علامہ عبدالحئی لکھنوی "الفوائد البهية" میں اس شبہ اور اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال ابن نجيم المصري صاحب الأشباه في رسالته التي ألّفها في صورة وقف،اختلف الأجوبة فيها رادًا على بعض المخالفين المستندين بمسألة مذكورة في المحيط البرهاني:إنه نقلها من المحيط البرهاني،وقد قال ابن أمير الحاج في شرح منية المصلي:إنه مفقود في ديارنا،وعلى تقدير أنه ظفر به دون أهل عصره لم يحل النقل منه،ولا الإفتاء عنه،صرّح به في فتح القدير من كتاب القضاء أنه لا يحل النقل من الكتب الغريبة،وقد رأيت هذه العبارة بعينها وحروفها في المحيط الرضوي،فأخذها منه،ونسبها إلى البرهاني ظنّا منه أنه لا يطلع على كذبه أحد...الخ۔(ص:۱۹۰)

اسی طرح علامہ لکھنوئیؒ خود ابتداً محیط برہانی سے فتویٰ دینے کے قائل نہیں تھے اور اس کو غیر معتبر کتب فقہ میں شمار کرتے تھے،لیکن جب آپ نے خود اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اصل حقیقت پر مطلع ہوئے تو اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا،آپ خود فرماتے ہیں:

"ومن هذا القسم:المحيط البرهاني،فإنّ مؤلفه وإن كان فقيهًا جليلًا معدودًا

في طبقة المجتهدين في المسائل لكنهم نصوا على أنه لا يجوز الإفتاء منه، لكونه مجموعًا للرطب واليابس"۔

آگے اپنے اس سابقہ قول سے رجوع کرتے ہوئے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"قد وفقني الله تعالى بعد كتابة هذه الرسالة بمطالعة" المحيط البرهاني" فرأيته ليس جامعًا للرطب واليابس، بل فيه مسائل منقحة وتفاريع مرصعة، ثم تأمّلت في عبارة فتح القدير وعبارة ابن نجيم فعلمتُ أن المنع من الإفتاء منه ليس لكونه جامعًا للغث والسمين، بل لكونه مفقودًا نادر الوجود في ذلك العصر، وهذا أمر يختلف بحسب اختلاف الزمان فليحفظ هذا۔"(النافع الكبير: ص ٢٨ الفوائد البهية: ص ٢٠٦)

ہمارے اس دور میں یہ کتاب چوں کہ عام طبع ہو چکی ہے، لہٰذا اب اس کتاب سے فتویٰ دینے سے کوئی رکاوٹ اور مانع موجود نہیں، البتہ اگر کوئی مسئلہ اصولِ افتاء یا قواعد فقہ کے خلاف ہو تو الگ بات ہے۔

صاحب محیط برہانی کا اسلوب نگارش:......عام طور پر اکثر کتب فقہ کسی نہ کسی متن کی شرح ہیں، جس کی بنا پر شارحین کو اصحابِ متون کے انداز اور طریقہ کار کا تابع اور محتاج بن کر رہنا پڑتا ہے، وہ اپنی جانب سے کسی بحث اور باب وغیرہ کا اضافہ نہیں کر سکتے، جیسا کہ اکثر کتب فقہ متداولہ شامی، البحر الرائق، بدائع الصنائع، ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اصحاب متون کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ اگرچہ باب کے تمام مسائل کو ذکر کرتے ہیں لیکن تطویل سے بچتے ہوئے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہیں، جس کی بناء پر شارحین ان مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں لگ جاتے ہیں اور اصحاب متون کی قید میں مقید رہتے ہیں۔ جب کہ محیط برہانی کا معاملہ ایسا نہیں، کیوں کہ یہ ایک مستقل تصنیف ہے، جس کی بناء پر مصنفؒ کسی دوسری کتاب یا مصنف کے مقید اور تابع نہیں، بل کہ مسائل کے ذکر کرنے میں اور مباحث کی ترتیب وتہذیب میں آزاد وخود مختار ہیں، اسی آزادی کا نتیجہ ہے کہ اس کتاب میں بعض ایسے اہم مباحث ومسائل اور نادر جزئیات موجود ہیں جن سے دوسری کتب فقہ خالی ہیں۔

یہ کتاب چوں کہ فقہ حنفی کی ہے اور مصنفؒ کا مقصد بھی فقہ حنفی کی کتب فقہ کے مسائل کو یکجا کرنا تھا، لہٰذا آپ نے اپنی ساری توجہ فقہ حنفی کے اصول وفروع اور ان کے دلائل کے ذکر کرنے پر مرکوز رکھی اور دیگر

مذاہب کے اختلافی مسائل ذکر کرنے سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔

کتاب کا اسلوب و انداز دیگر کتب فقہ کی طرح ہے، سب سے پہلے مصنف ’’کتاب‘‘ کا عنوان قائم کرتے ہیں، پھر ہر کتاب کے تحت مختلف فصل قائم کرتے ہیں، اور پھر ان فصلوں کو انواع پر تقسیم کرتے ہیں، مثلاً: ’’کتاب الطهارات ،... هذا الكتاب يشتمل على تسعة فصول: الفصل الأول في الوضوء،... هذاالفصل يشتمل على أنواع: نوع منه فى فرائضه... نوع منه فى تعليم الوضوء...وغيره۔‘‘

مسائل کے ذکر کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے کتب ستہ ظاہر الروایۃ کے مسائل ذکر کرتے ہیں، پھر کتبِ نوادرات کے مسائل بیان کرتے ہیں، اس کے بعد فتاویٰ اور واقعات کا ذکر کرتے ہیں، ساتھ ساتھ فقہی فوائد اور نکات بھی بیان کرتے ہیں۔

کتاب کا مطبوعہ نسخہ اور اس کی خصوصیات:......اس وقت ہمارے پیش نظر محیط برہانی کا وہ نسخہ ہے جو مولانا نعیم اشرف نور احمد کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے چھاپا ہے، یہ کل ۲۵ جلدوں پر مشتمل ہے، آخری دو جلدیں (۲۴،۲۵) فہرست پر مشتمل ہیں، جلد اول کے شروع میں محقق کے قلم سے تقریباً ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ایک وقیع اور گراں مقدمہ ہے۔ یہ مقدمہ چار فصلوں پر مشتمل ہے: پہلی فصل میں فقہ حنفی کی تاریخ اور اس کی تدوین کے مراحل کا ذکر ہے۔ دوسری فصل میں صاحب محیط کے مکمل حالات زندگی، علمی کارناموں، آپ کے اساتذہ اور تصانیف کا ذکر ہے۔ تیسری فصل میں محیط برہانی کا مکمل تعارف پیش کیا گیا ہے۔ چوتھی فصل میں ان تمام مشائخ وفقہاء کا مختصر تعارف و تذکرہ پیش کیا ہے جن سے صاحب محیط نے اپنی اس تالیف میں استفادہ کیا ہے اور آخر میں خاتمہ کے عنوان سے محقق نے اپنا منہج تحقیق اور محیط برہانی کے نسخوں کا تعارف کرایا ہے۔

کتاب پر تحقیق و تعلیق کے وقت محقق کے پیش نظر پانچ نسخے تھے، ان پانچ نسخوں میں انہوں نے ’’**مکتبہ الاوقاف العامہ، موصل، بغداد**‘‘ والے نسخے کو بنیاد بنا کر تحقیقی و تعلیقی کام کیا ہے، کیوں کہ یہ نسخہ دیگر نسخوں کے مقابلے میں مکمل ہے، یہ نسخہ بڑے سائز کی چار جلدوں اور 5241 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نسخے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے محقق ’’الاصل‘‘ کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

دوسرا نسخہ: ’’مظاہر العلوم سہارنپور، انڈیا‘‘ میں موجود ہے، یہ نسخہ 8 جلدوں میں 5000 صفحات پر مشتمل

ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ظ'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

تیسرا نسخہ ''مکتبہ عارف حکمت مدینہ منورہ'' میں موجود ہے، یہ مکمل نسخہ 4388 صفحات پر مشتمل ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''م'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

چوتھا نسخہ ''کتب خانہ فاضلیہ اسلام آباد'' میں موجود ہے، یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، جلد اول ناقص اور جلد ثانی مکمل ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ف'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

پانچواں نسخہ ''مکتبہ مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی'' میں موجود ہے، یہ نسخہ ناقص ہے، 1569 صفحات پر مشتمل ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ب'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

محقق نے نسخوں کے درمیان تقابل اور حاشیہ میں ان کے درمیان اظہار فرق کے علاوہ کتاب پر درج ذیل تحقیقی و تعلیقی کام کئے ہے:

(۱)......اصل مراجع اور ماخذ کی طرف رجوع کر کے منقولہ عبارت و مسائل کا تقابل کیا اور ان کی تصحیح کی ہے۔

(۲)...... جہاں کہیں مسئلہ میں لفظی یا فقہی لغزش نظر آئی تو اس پر استدراک لکھا اور حاشیہ میں اس کی وضاحت بھی کی۔

(۳)......کتاب میں جہاں کہیں بیاض (خالی جگہ) تھی اور اس کے بیان کئے بغیر بات کو سمجھنا مشکل تھا، وہاں اصل مراجع سے رجوع کر کے بیاض کی عبارت مربع قوسین [ ] میں لکھ دی ہے اور حاشیہ میں اس کا حوالہ پیش کیا ہے۔

(۴)......قرآنی آیات کے حوالے اور احادیث مبارکہ کی تخریج کی گئی ہے۔

(۵)......اہم مسائل پر ترتیب وار نمبر لگائے گئے ہیں۔

(۶)......آخری دو جلدوں میں مسائل کی کتاب، فصل اور نوع کے اعتبار سے جامع فہرست پیش کی گئی ہے، جس سے مسائل کا تلاش کرنا بالکل آسان ہو گیا ہے۔

غرض یہ کہ محیط برہانی کی ماشاء اللہ یہ ایسی خدمت ہے کہ اس پر محقق و ناشر اہل علم کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ تقریباً مصنف کے زمانۂ تصنیف سے آج ایک ہزار سال بعد اس عظیم الشان انداز میں یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آئی ہے، محقق موصوف نے اس کتاب کی تحقیق تعلیق میں پندرہ سال محنت کی ہے، ان کی یہ خدمت علماء و فقہائے اسلام کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہے۔

تعلیم وتربیت

اسلامی اور عصری نصابِ تعلیم ۔۔۔فرق کیا ہے؟

غلام جیلانی برق

[غلام جیلانی برق صاحب (1901ء تا 1985ء) صاحبِ طرز ادیب تھے، کچھ عرصہ نظریاتی اعتبار سے بے راہ روی کا شکار رہے، آخر عمر میں رجوع الی الحق کی توفیق نصیب ہوئی، 70ء کی دہائی میں ان کا لکھا ہوا یہ مضمون جس میں جدید اور قدیم نصابِ تعلیم کی خامیوں اور خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے، افادہ عام کی غرض سے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ ادارہ]

انگریزوں کے تسلط سے پہلے ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں ایک ہی نصابِ تعلیم رائج تھا جو درس نظامی (۱) کے نام سے مشہور ہے۔اس میں دنیا و عقبیٰ ہر دو کو سنوارنے کی عظیم صلاحیت تھی۔ یہ اسی درس کے فارغ التحصیل طلبہ تھے جنہوں نے بارہ سو سال تک دنیا کو اخلاق عالیہ، تہذیب، فلسفہ،

(۱) یہ نصاب نصیر الدین محقق طوسی (1201ء تا 1274ء) نے بغداد کے مشہور درسگاہ مدرسہ نظامیہ'' (قائم شدہ 1064ء) کے لیے وضع کیا تھا۔محقق طوسی ہلاکو خان کے وزیر تھے اور یہ نصاب تباہیِ بغداد کے بعد بنایا تھا۔سکندر لودھی (م 1517ء) کے زمانے میں ہندوستان کے دو علماء شیخ عزیز اللہ اور شیخ عبداللہ نے اس میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ایران میں سید شریف علی بن محمد جرجانی (1339ء تا 1413ء) اور علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (1322ء تا 1390ء) نے اس میں مزید اصلاحات کیں۔ بعد از اں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م 1760ء) نے اس میں چند نئی کتابیں داخل کیں۔اسی زمانے میں مولانا نظام الدین لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ سہالہ میں درس دیا کرتے تھے۔انہوں نے بھی اس نصاب میں کچھ ردو بدل کیا اور وہ اس قدر مقبول ہوا کہ ہندو پاک کے تمام مکاتب مثلاً دیوبند وغیرہ میں آج تک وہی نصاب چل رہا ہے۔مولانا نظام الدین سہالوی کا انتقال 1747ء میں ہوا تھا۔

تاریخ اور دیگر علوم کا درس دیا۔ انہی مکاتب سے غزالی (1058ء تا 1111ء) وشاہ ولی اللہ (م 1760ء) جیسے مفکر، بخاری (م 870ء) ومسلم (م 875ء) جیسے محدث، ثعلبی (م 1037ء) وابو الفرج الاصفہانی (م 967ء) جیسے ادیب، طبری (838ء تا 923ء) و ابن خلدون (1332ء تا 1406ء) جیسے مؤرخ، ابوحامد الاصطرلابی (م 990ء) اور ابن الہیثم (م 1039ء) جیسے انجینئرز، المقدسی (م 946ء) اور یاقوت بن عبداللہ یاقوتی (1179ء تا 1229ء) جیسے ماہرینِ جغرافیہ بوعلی سینا (980ء تا 1037ء) وفارابی (م 950ء) جیسے علمائے طبیعی، امام ابوحنیفہ (699ء تا 767ء) امام شافعی (767ء تا 820ء) جیسے فقہیہ اور دیگر اصنافِ علوم مثلاً منطق، میراث، موسیقی، مصوری، نحو وعروض، تفسیر، ارضیات وفلکیات کے بڑے بڑے ماہرین پیدا ہوئے۔ علماء وحکماء کے علاوہ ان مدارس سے وہ اہل نظر بھی نکلے جو اہلِ شمشیر کے ہمراہ مختلف ممالک میں پہنچے اور صرف فیضِ نظر سے عقائد ومذاہب کی سنگین فصلوں میں شگاف ڈالتے چلے گئے۔ ایک زمانہ تھا کہ خیبر سے لاہور تک ایک بھی مسلمان نہیں تھا اور آج ایک بھی کافر نہیں ملتا۔ یہ کرشمہ ہے چند خدا مست خرقہ پوشوں کا جن میں سے داتا گنج بخشؒ، سلطان باہوؒ، میاں میرؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

نہیں فقر وسلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی

پھر ان کا فیضانِ قلم دیکھئے کہ تصانیف کے انبار لگا گئے، کتنے ہی ہیں جنھوں نے سو یا سو سے بھی زیادہ کتابیں لکھیں مثلاً:

نام	تعداد تصانیف	نام	تعداد تصانیف
فارابی (م 950ء)............	100	امام رازی (م 1211ء).....	125
ابن الحجر العسقلانی (م 1448ء).	150	امام غزالی (م 1058ء).....	200
ابن العربی (م 1240ء).......	250	بوعلی سینا (م 1037ء).......	225

عبدالغنی النابلسی (م 1728ء)..	300	امام ابن تیمیہ (م 1327ء)..	500
جلال الدین سیوطی (م 1506ء)	550	ابن طولون دمشقی (م 1546)	750

عظمت و وقار کا یہ عالم کہ جب ہارون رشید (خلافت 786ء تا 809ء) نے امام مالکؒ (713ء تا 796ء) کو لکھا کہ بغداد میں تشریف لائیے، میں آپ سے قرآن وحدیث پڑھنا چاہتا ہوں تو جواب ملا.... خیز داندر حلقہ درسم نشین (کہ اٹھو اور میرے حلقہ درس میں آکر شامل ہو جاؤ۔)

عدل و انصاف کی یہ کیفیت کہ جب ٹرکی کے ایک بادشاہ مراد اول (سلطنت 1360ء تا 1389ء) نے ایک معمار کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو قاضیِ سلطنت نے قصاصاً اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا اور دلیل یہ دی کہ .... خونِ شہ رنگین تر از معمار نیست (کہ بادشاہ کا لہو معمار کے لہو سے زیادہ سرخ نہیں)

تقدس کی یہ حالت کہ ان لوگوں کے مزار صدیوں سے زیارت گاہِ عوام بنے ہوئے ہیں، دنیا دور دور سے آتی اور ان کی آرام گاہوں پر اشک وعقیدت کے پھول چڑھاتی ہے۔

ایک سوال: سوال یہ ہے کہ آج انسانوں کی یہ عظیم مقدس صنف کہاں چلی گئی؟ ہماری یونیورسٹیوں سے اب رازی و سینا، بخاری و مسلم اور رومی اور سعدی کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ کہتے ہیں کہ علم ایک نور ہے۔ اس نور کو تقسیم کرنے کے لیے ملک میں آٹھ یونیورسٹیاں، سینکڑوں کالج اور ہزار ہا مدارس جاری ہیں جن میں اندازاً آٹھ ہزار پروفیسر اور ایک لاکھ سے زائد ٹیچرز کام کر رہے ہیں لیکن ان درسگاہوں سے جو مخلوق نکل رہی ہے، وہ اٹھانوے فیصد شب پرست، تصوراتِ عالیہ سے ناآشنا، منزلِ حیات سے بے خبر، بے عمل، شکم پرست اور عیش کوش ہے، یہ کیوں؟

جوابِ سوال: بات یہ ہے کہ اس برصغیر پر فرنگ نے دوسو سال تک حکومت کی۔ یہاں اس نے ایک ایسا نظامِ تعلیم قائم کیا تھا جس کا پہلا مقصد اہلکار اور ایجنٹ پیدا کرنا، دوسرا اہل ملک کو غیرت وحمیت سے بیگانہ بنانا اور تیسرا ان سے ان کا مذہب چھیننا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ یورپ میں اخلاقی اور روحانی اقدار کا کوئی تصور موجود نہیں۔ اہل یورپ کا کام ایشیا و افریقہ کی غریب عوام کو لوٹنا، ان کے مال

پر عیش اڑانا، شراب پینا، ناچنا، کمزوروں کو پیٹنا، پسماندہ ممالک کے خلاف سازشیں کرنا اور علم جیسے مقدس جوہر کو انسانیت کی تخریب وتباہی کے لئے استعمال کرنا ہے۔ آپ اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ دنیا کی لیڈر شپ (قیادت) بارہ سو برس تک مسلمانوں کے پاس رہی۔ اخلاق وفلسفہ کے معلم ہم تھے، دنیا علوم وفنون سیکھنے کے لئے ہماری یونیورسٹیوں میں آتی تھی۔ ایک طرف ملتان سے کوہِ قاف تک اور دوسری طرف ترکستان سے مراکش تک ہمارا علم لہرارہا تھا۔ مغربی یورپ آٹھ سو برس تک ہمارے تسلط میں رہا۔ رومانیہ، ہنگری، سرویہ، یوگوسلاویہ، یونان، شمالی اٹلی، پولینڈ، آسٹریا، سسلی، مالٹا اور قبرص پر صدیوں ہم قابض رہے۔ عیسائی دنیا بارہ سو برس تک ہم سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہی۔ بالآخر بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، ہم گر گئے اور فرنگ ہماری چھاتی پر چڑھ بیٹھا، پہلے اس نے ہماری پسلیاں توڑیں پھر فاقے دیے اور بعد ازاں ایک ایسا نصابِ تعلیم وضع کیا جس سے حریت، جمیعت، ملی غیرت، خدا ورسول سے محبت اور رفعت وعظمت کے تمام تصورات مٹ گئے اور ہم بڑے ''صاب'' بن کر رہ گئے۔ اس نصاب نے ہمیں یہ تاثر دیا:

1.....: کہ مذہب ایک داستانِ پارینہ ہے جو عصر رواں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

2.....: کہ زندگی کا انجام موت ہے اور مقصد کا کھانا، پینا، ناچنا اور عیش اڑانا ہے۔

3.....: کہ انگریزی ام السنۃ ہے اور سرچشمہ تہذیب ہے۔

4.....: کہ لاطینی رسم الخط نہایت ترقی یافتہ خط ہے، اسے رواج دے کر قرآنی حروف سے جان چھڑانا ترقی کے لئے ضروری ہے۔

5.....: کہ انسانیت کے بڑے بڑے محسن یورپ میں پیدا ہوئے تھے، مثلاً: کلائیو کیپٹن ڈریک، نیلسن، ملٹن، بائرن وغیرہ اور یہ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے لوگ مثلاً غزالی، ابن العربی، رازی، فارابی وغیرہ تاریکی میں بھٹکنے والے اندھے تھے۔

6.....: کہ یورپ کے دشت وجبل، باغ وراغ اور ارض وسما بے حد حسین ہیں۔ کام کے دریا دو ہی ہیں: ڈنیوب، ٹیمز اور یہ سندھ، چناب اور دجلہ ونیل گندے نالے ہیں۔ ککو پرندوں کا بادشاہ ہے اور یہ

بلبل، چکور، کوئل اور مور سب کے سب بے ہودہ و بے کار ہیں۔

ان تاثرات کو راسخ کرنے کے لئے یورپ نے ہندوستان میں انگریزی کتابوں کے انبار لگا دیئے۔ مصور رسالے لاکھوں کی تعداد میں مفت تقسیم کیے۔ فحش و عریاں فلم دکھائے۔ ہمارے ہزار ہا نوجوانوں کو یورپ لے جا کر زن و بادہ کا پرستار بنایا اور یہ صورت حال اب تک باقی ہے۔

مذہبی تصورات کے خلاف یورپ کا مؤثر ترین حربہ اس کی غلیظ اور گندی فلمیں ہیں جو مردوں کو مے نوشی، قمار بازی، ڈاکہ زنی اور عیاشی کا سبق دیتی ہیں اور عورتوں کو برہنگی، بے حیائی اور عصمت فروشی سکھاتی ہیں۔ ہمارے اونچے گھرانوں کا کمال دیکھیے کہ ایسی فلموں کو اپنی جوان لڑکیوں سمیت دیکھتے ہیں اور اب رفتہ رفتہ یہ حالت ہوتی جاتی ہے کہ بقول اکبر ؎

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں
حیا ان کو نہیں آتی، اسے غصہ نہیں آتا

یورپ مسلمانوں کے تن و توش سے نہیں گھبراتا بلکہ اسلامی ذہنیت سے ڈرتا ہے۔ وہی ذہنیت جو دنیا کے کسی فرعون نمرود کو خاطر میں نہیں لاتی جو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں بے محابہ کود پڑتی ہے جو دنیاوی سامانِ طرب کو موت اور موت کو زندگی سمجھتی ہے جو باطل کے طوفانوں سے منزلوں آگے بڑھ کر ٹکراتی ہے اور جو سرمایہ دارانہ نظام کے کاشانوں پر موت اور آگ برساتی ہے۔ انگریز نے یہ نظامِ تعلیم اسی ذہنیت کو ختم کرنے کے لئے وضع کیا تھا اور مجھے اعتراف ہے کہ انگریز کی یہ چال بے حد کامیاب رہی، گو آج پاکستان کی عمر سولہ برس ہو چکی ہے لیکن نظامِ تعلیم اسی نہج پر چل رہا ہے۔ کتابوں میں عشقیہ افسانوں اور لایعنی داستانوں کی وہی بھرمار ہے اور بے مقصد نظموں کی وہی تکرار، طلبہ میں خدا اور رسول سے بے اعتنائی کا وہی عالم ہے اور کج اندیشی و کج روی کی وہی کیفیت۔ وجہ یہ نظامِ تعلیم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن میں سے اکثر انگریز کے سانچوں میں ڈھل کر نکلے ہیں اور جنہیں ہر مشرقی و اسلامی چیز بدرنگ و قبیح نظر آتی ہے۔

علم، کیسا علم؟: علم کے بغیر تو چارہ نہیں لیکن علم کے درجنوں کی قسمیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم

مسلمانوں کو کس قسم کا علم چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام ہماری دنیا و آخرت ہر دو کو سنوارنا چاہتا ہے، اس لیے ہمارے لیے وہی علم کارآمد ہوسکتا ہے جو ہمیں دنیا و عقبیٰ، ہر دو میں سرخ رو بنائے۔ دنیاوی علوم میں سائنس کا مقام سب سے اونچا ہے کہ اس کے بغیر ہم کائنات کے دفائن وخزائن مثلاً: فولاد، بجلی، پیٹرول، گیس وغیرہ سے متمتع نہیں ہوسکتے۔ اس کے بعد حساب، تاریخ، جغرافیہ، معاشیات، شہریت، فلسفہ وغیرہ کا درجہ آتا ہے۔ رہی آنے والی زندگی تو لاکھوں انبیاء وفلاسفہ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ صرف پاکیزگی وعبادت سے سنورتی ہے اور یہ صفات اس لٹریچر سے پیدا ہوتی ہیں جو ہمارے عظیم اسلاف کے قلم سے نکلا تھا۔

بلندی و پستی: کتنی ہی بلندیاں ہیں جو پس نظر آتی ہیں۔ آپ کو ایک سرمایہ دار جو اونچے محلوں میں رہتا اور طیاروں میں سفر کرتا ہے، بلند نظر آتا ہوگا اور تمام خاک نشین پست دکھائی دیتے ہوں گے لیکن اصلیت کچھ اور ہے۔ ان خاک نشینوں میں بعض ایسے بھی تھے جو بلند ہوتے ہوتے اس مقام پر جا پہنچے کہ ان میں اور ربِ کائنات میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ گیا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ خدارا سوچو کہ موسیٰ علیہ السلام بڑا تھا یا فرعون؟ ابراہیم علیہ السلام بڑا تھا یہ نمرود؟ رام بڑا تھا یا راون؟

فرض کیجیے ایک لفنگا زید کے منہ پر بے وجہ تھوکتا اور گالیاں بکتا ہے، زید اسے معاف کردیتا ہے۔ سو قدم آگے وہ عمر سے بھی یہی سلوک کرتا ہے لیکن عمر اس کے سر پر اس زور سے لٹھ رسید کرتا ہے کہ اس کا بھیجا باہر آجاتا ہے، فرمایئے زید و عمر میں بڑا کون ہے؟

ایک شخص ہر روز ایک ہزار روپیہ کما کر بینک میں جمع کردیتا ہے اور دوسرا صرف دو روپے کماتا ہے جس میں سے آٹھ آنے وہ اپنے اندھے ہمسائے کو دے آتا ہے، بتاؤ ان میں بڑا کون ہے؟ اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ سخاوت بلندی ہے اور بخل بستی اسی طرح تواضع، رحم، عدل، تحمل، صبر، خدمتِ خلق وغیرہ بلندیاں ہیں اور غرور، کم ظرفی، بے صبری، خلق کے درد دل سے بے نیازی و بے رحمی اور بے انصافی وغیرہ وہ پستیاں ہیں جن سے انسانیت کو نکالنے کے لیے سوا لاکھ انبیاء مبعوث ہوئے تھے۔

اسلام کیا چاہتا ہے؟: وہ ایک ایسی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا علم جہاں گیر ہو اور عشق خدا

گیر جو صاحب کلاہ بھی ہو اور صاحبِ نگاہ بھی، جس کا سر خاک پہ ہو اور خیال افلاک پر۔ جب ایک انسان جبینِ نیاز زمین پر رکھ کر رب السماء کو پکارتا ہے تو وہاں سے نور و سرور کی شبنم خیاباں دل پہ ٹپکتی اور کیف و سرور کا ایک عالم رچا جاتی ہے۔ جو لوگ اللہ کو دل میں بسا کر خود اس کی ذات میں بس جاتے ہیں، وہ ایک ایسی لذت میں کھو جاتے ہیں کہ جہانِ مست و بود کا کوئی سانحہ ان کی محویت میں مخل نہیں ہو سکتا۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (یاد رکھو کہ دلوں کو سکون صرف اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے)

آج دنیا اور خصوصا یورپ ترکِ عبادت کی وجہ سے سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہے۔ ہر چند کہ وہاں کاریں بھی ہیں اور کوٹھیاں بھی، شراب و کباب بھی ہے اور چنگ و رباب بھی، دولت کے انبار بھی ہیں اور حسن و رنگ کی بہار بھی لیکن وہ لوگ انتہائی اضطراب کا شکار ہیں اور ان کی روح کسی گم شدہ جنت کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔ یاد رکھو اس جنت کی کلید اللہ کی عبادت ہے بس ۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

اس وقت ہم ایک نہایت نازک دور سے گزر رہے ہیں، بھارت ہمیں ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ ہمارے حلیف یعنی امریکہ و برطانیہ در پردہ بھارت سے ملے ہوئے ہیں۔ ہم امریکہ کی طرف دستِ دوستی بڑھائیں تو روس دھمکاتا ہے، روس کا رخ کریں تو لندن سے واشنگٹن تک اک کہرام مچ جاتا ہے۔ ان مشکلات کا واحد حل ربِ کائنات سے رابطہ مہر و دلا قائم کرنا اور اس کی دہلیز پر سر جھکانا ہے۔

اگر کسی طرح ہم اللہ کو اپنا بنا لیں تو پھر اس قدر مہیب و جلیل بن جائیں گے کہ ہماری ایک للکار سے کائنات لرزہ براندام ہو جائے گی اور اگر ہم عشق یعنی عبادت کی قوت سے محروم رہے تو کوئی قدم سیدھا نہیں پڑے گا اور کوئی تیر نشانے پر نہیں بیٹھے گا۔ عشق بڑی چیز ہے، اک عظیم منبع قوت، اک بے نظیر وسیلہ عظمت اور کائنات کی سب سے بڑی دولت ۔

عشق کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
عشق ہے میروں کا میر عشق ہے شاہوں کا شاہ
علم فقیہہ و حکیم عشق مسیح و کلیم
علم ہے جو یائے راہ عشق ہے دانائے راہ
عشق ہے مقامِ نظر علم مقام خبر
عشق میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ
چڑھتی ہے جب عشق کی سان پہ تیغ خودی ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ
علم کا موجود اور عشق کا موجوداور
اشھدان لاالہ الا اللہ اشھدان لاالہ الا اللہ

میں 1907ء سے 1920ء تک مکاتب میں پڑھتا رہا اور 1920ء سے 1963ء تک سکولوں اور کالجوں میں پڑھاتا رہا۔ مکاتب کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ طلبہ نہایت مؤدب، متواضع، قانع، خدمت شعار، پابند صوم وصلوۃ، باحیا اور پرہیز گار تھے۔ جب استاد برائے تدریس تشریف لاتے تو طلبہ آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ چومتے۔ سبق کے دوران میں سانس کی آواز تک نہ اٹھتی۔ اگر کوئی طالب العلم کسی ضرورت کے لئے حلقہ درس سے باہر جاتا تو دور تک الٹے پاؤں چلتا جاتا تاکہ استاد کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے۔ مجھے دو ایسے اساتذہ سے بھی فیض اٹھانے کا موقع ملا ہے جن کا گزرِ اوقات چند کنال زمین پر تھا۔ اس میں ہم طلبہ ہی ہل چلاتے اور وقت آنے پر فصل کاٹتے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک کی کوشش یہی ہوتی کہ وہ خدمتِ استاد میں دوسروں سے سبقت لے جائے۔ دوسری طرف اساتذہ کا یہ حال کہ صبح سے شام تک مفت پڑھاتے۔ ہر نماز کے بعد انبیاء و اولیاء کی حکایات سناتے، تقویٰ وطہارت کی فضیلت بتاتے اور تمام فضائل و ذمائم پہ روشنی ڈالتے تھے۔ نورِ عبادت سے ان کی جبین یوں روشن تھی.... جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ ہم پروانوں کی طرح ان کا طواف کرتے تھے، احترام وجاہت کا یہ عالم تھا کہ ہم انہیں اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے۔

وہاں سے سکولوں اور کالجوں میں آیا تو دنیا ہی نئی دیکھی، اساتذہ بے عمل اور طلبہ بے ادب۔ آئے دن گستاخی کی شکایات، قدم قدم پہ اساتذہ سے مذاق، سال میں ایک دو ہڑتالیں اور کبھی کبھی سرِ بازار استاد کی توہین۔ سوچنے لگا کہ یہاں کی دنیا وہاں سے اتنے مختلف کیوں ہے؟ چالیس سال کے بعد مجھ پہ یہ نکتہ کھلا کہ اصل چیز نصابِ تعلیم ہے۔ وہاں رومی وسعدی، عطار اور جامی کی حکمت و دانش پڑھائی جاتی تھی اور یہاں بائرن اور براؤننگ کے خرافات کا درس دیا جاتا ہے۔ وہاں ہر قدم حرم کی طرف اٹھتا تھا اور یہاں کوئے صنم کی طرف، وہاں کے مے خانوں میں مے یثرب تھی اور یہاں کے بادہ کدوں میں غلاظتِ مغرب وہاں تصورات کا محور خدا تھا اور یہاں زن، زر اور ساغر و مینا۔

یوں تو اس نصاب کا ہر ورق قبلہ نما بلکہ خدا نما تھا لیکن اثر، اندازِ بیاں اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے سعدی و رومی کا مقام اتنا بلند ہے اور ذہنوں پہ اس کی گرفت اتنی شدید ہے کہ اگر اس نصاب میں صرف رومی وسعدی ہی ہوتے، تب بھی بھی طلبہ کی روحانی بلندی کا وہی عالم ہوتا۔

میرا واویلا: اس حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی میں نے اخبارات میں شور مچایا، بعض حکامِ تعلیم سے خود جا ملا کہ خدا کے لیے میری قوم کے بچوں کو تباہ نہ کرو، ان کی دنیا و آخرت پہ آگ مت برساؤ اور جلد تر دو قدم اٹھاؤ۔

اول.....: اساتذہ کو بلند کردار و تقویٰ وہ شعار بننے کا حکم دو۔

دوم.....: اردو اور انگریزی مضامین کے نصاب کی بنیاد راضی، غزالی، سعدی وغیرہ کی دانش و حکمت پہ رکھو۔

لیکن میری بات کسی نے نہ سنی، ہماری درسگاہوں میں فکر فرنگ کا غلیظ دریا بدستور رواں ہے، جس میں ہمارے نوجوان ڈوب ڈوب کر مر رہے ہیں، نہ جانے اس صورت حال کی اصلاح کب اور کیسے ہوگی؟

☆......☆......☆

شخصیات

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

احمد ہاشمی سہارنپوری

آپ کی پیدائش 10 جمادی الاول 1340ھ مطابق 10 جنوری 1922 کو غالباً کاندھلہ میں ہوئی۔ غالباً اس لئے لکھا گیا کیونکہ آپ کے والد محترم ایک مدت تک مظفرنگر میں مقیم رہے۔ آپ کا شجرہ اس طرح سے ہے افتخار الحسن ابن رؤف الحسن ابن ضیاء الحسن محمد صادق ابن نور الحسن ابن ابوالحسن ابن مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہم

آپ کے والد محترم مولانا رؤف الحسن صاحب نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کی جس سے کل پانچ بھائی اور تین بہنیں ہوئے۔ پہلی اہلیہ سے مولانا نجم الحسن و مولانا احتشام الحسن خلیفہ و رفیق خاص بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ و حکیم قمر الحسن و تین صاحبزادیاں جویریہ خاتون زوجہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ و امۃ المتین خاتون زوجہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی و امۃ الدیان خاتون زوجہ مولوی ظہیر الحسن شہید اور دوسری اہلیہ سے حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب و حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب، اس اعتبار سے آپ بانی تبلیغ مولانا الیاس اور حضرت شیخ زکریا صاحب کے برادر نسبتی ہوئے آپ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے قابل ترین فضلاء میں سے ہیں۔

1948ء میں آپ کی فراغت ہوئی اور 1947ء میں آپ کو حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی طرف اجازت و خلافت سے نوازا گیا۔ آپ کے پیر جی یعنی حضرت رائے پوری نے آپ کو صوفی جی کا لقب دیا تھا جس کا بہت سی جگہوں پر حضرت شیخ الحدیث

نے اپنی آپ بیتی میں بھی صوفی افتخار کے نام سے تذکرہ کیا ہے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد 50 سے زائد ہے جس میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمہ اللہ گڑھی دولت، حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم بھی شامل ہیں۔

آپ اپنے وقت کے عظیم مفسر قرآن تھے پورے 52 سالوں تک کاندھلہ کی جامع مسجد پھر اپنے محلے کی مسجد میں فجر بعد ایک ڈیڑھ گھنٹے تفسیر کی، جس میں 5 دور مکمل فرمائے جس کا آخری ختم غالباً 1992 یا 1993 میں ہوا جس میں بڑا عظیم الشان اجتماع ہوا کاندھلہ کی پوری عیدگاہ بھر گئی اور حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے شرکت فرمائی۔حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی نورانی مجلس میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔

روزانہ کی ہونے والی مجلس بھی بڑی بابرکت ہوتی تھی۔ایک ایک آیت پر علم کا جو دریا بہنا شروع ہوتا تو اس کو مکمل کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے تھے۔

سورۃ بقرہ کی صرف ایک آیت وإذ قال ربك اللملائكة إني جاعل في الأرض خليفه کی تفسیر کا نامکمل مواد کتابی شکل میں منظر عام پر آچکا ہے وہ بھی صرف 9 دن کی تقریر ہے حالانکہ آپ نے اس آیت پر کم وبیش 45 دن تک کلام فرمایا تھا۔اس کتاب کا نام تقاریر تفسیر قرآن مجید ہے۔

آپ ایک طویل عرصے سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے اور تاحیات باقی رہے۔

مرآدآباد دہلی میرٹھ مظفر نگر بلند شہر نیز ہریانہ پنجاب میں آپ کے بے شمار دینی ودعوتی اسفار ہوئے اور پورا علاقہ آپ کو اپنا پیر مانتا ہے۔

آپ کی کل 7 اولاد ہیں تین صاحب زادگان جن میں عظیم مؤرخ مولانا نور الحسن راشد جو کہ جانشین بھی ہیں، مولانا ضیاء الحسن اور مولانا بدر الحسن اور چار صاحب زادیاں اہلیہ مرحومہ پیر صاحب

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی (اس رشتے سے آپ حضرت شیخ الحدیث کے سمدھی بھی تھے) واہلیہ مولانا احترام الحسن رحمۃ اللہ کاندھلوی واہلیہ مولانا محمد حشیم صاحب عثمانی ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ واہلیہ مولانا محمد الھاشمی سہارنپوری (راقم سطور کی والدہ محترمہ) ہیں۔

آپ تقریباً ایک ڈیڑھ سال سے صاحب فراش تھے اور اب آخری ایک ہفتے سے پیشاب بند تھا کھانا پینا سب چھوٹ گیا تھا۔ آج صبح فجر بعد سے طبیعت زیادہ خراب تھی شام 5 بجکر 40 منٹ پر آبِ زمزم کے چند قطرے منہ میں ڈالے اور اسی دوران روح پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون



امام شاذکونی رحمہ اللہ کی مغفرت

حافظ شمس الدین سخاویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور محدّث امام ابوایوب سلیمان بن داؤد شاذکونیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) کو کسی نے ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی''۔ پوچھا کہ ''کس عمل کی بنا پر؟'' انہوں نے جواب میں فرمایا کہ: ''ایک روز میں اصفہان جارہا تھا، راستہ میں زور کی بارش شروع ہوئی مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ میرے ساتھ کچھ کتابیں ہیں، اگر وہ ضائع ہوگئیں تو میری ساری پونجی لٹ جائے گی، قریب میں کوئی ایسا سائبان یا چھت نہ تھی جس کے نیچے پناہ لی جاسکے، چنانچہ میں نے اپنے جسم کو دوہرا کرکے کتابوں پر سایہ کردیا، تاکہ وہ حتی الامکان بارش سے محفوظ رہیں، بارش ساری رات جاری رہی اور میں ساری رات اسی حالت میں بیٹھا رہا۔ صبح کے وقت بارش رکی اور میں سیدھا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی وجہ سے میری مغفرت فرمادی۔

(صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم و التحصیل، للشیخ عبد الفتاح ابی غدۃ ص ۷۶)

فقہ وفتاویٰ

فقہِ حنفی کا مختصر تاریخی ارتقاء

مفتی محمد انوار خان قاسمی بستوی

[مفتی محمد انوار خان قاسمی بستوی اسلامک ریسرچ اینڈ ایجوکیشن ٹرسٹ، انڈیا کے صدر ہیں، جس کا مقصد اسلامی تحقیق و ریسرچ کو فروغ دینا اور بطورِ خاص علامہ امام محمد زاہد الکوثریؒ کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ واشاعت ہے، ادارے نے اب تک علامہ کوثری کی دس کتابیں اپنی تعلیقات اور ترجمے کے ساتھ شائع کی ہیں، اس کے علاوہ اِنڈوعرب ملٹی لِنگول پرائیویٹ لمٹیڈ، انڈیا کے مینیجنگ ڈائریکٹر ہیں جہاں سے دوسو سے زائد اردو، عربی اور انگریزی کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں اور اسلامک لٹریچر رویو، دیوبند، انڈیا کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ ماہنامہ التخیل کے لیے ارسال کردہ مضمون نذر قارئین ہے۔ ادارہ]

خدائے ذوالجلال نے ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین، جنابِ رسول اللہ ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک برگزیدہ انسانوں کی ایک مقدس جماعت کو مبعوث فرمایا جو آسمانِ رشد و ہدایت کے تابندہ و درخشندہ کہکشاں تھے۔ ہر دور میں اللہ رب العزت نے ہر نبی کی قوم کے شایانِ شان اور بشری تقاضوں کے مطابق ایک کامل اور جامع دستورِ حیات نازل فرمایا تاکہ اس کی روشنی میں انسانیت خدا کی معرفت حاصل کر سکے اور انبیاء کے لائے ہوئے دین کو حرزِ جان بنا سکے۔ کم وبیش تمام انبیاء کے ایسے انصار وحوارین رہے ہیں جنھوں نے ان برگزیدہ ہستیوں کی رہنمائی کے مطابق اپنے دینی اور دنیوی امور کو ڈھالنے کو سعادت سمجھا اور ان کے ایک ایک حکم اور اشارے پر اپنی زندگیاں قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہے۔ لیکن تمام انبیاء کے دور میں انسانوں کی ایک بڑی جماعت ان

کی مخالفت کرتی رہی، ان کی دعوت کو دامے درمے سخنے قدمے نقصان پہونچاتی رہی، اور اس طرح سے شقاوت و بدبختی ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔ یہی نہیں بلکہ انبیاء کی ایک بڑی تعداد کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں قتل تک کیا گیا۔ العیاذ باللہ

انبیاءِ کرام کے اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی جانب کوچ کرتے ہی متعدد دینی فرقے اور سیاسی جماعتیں اپنا ناپاک ایجنڈا لے کر سماج کے سامنے ظاہر ہوئیں۔ بعض نے ان انبیاء کی مقدس کتابوں میں تحریف کا بیڑا اٹھایا اور کتبِ مقدسہ کو ردوبدل کر کے تختۂ مشق بنا دیا، جب کہ بعض دیگر فتنہ پردازوں نے انبیاء کے دین میں خرافات واوہام، اور بے سروپا باتوں کو داخل کر کے دین کے ساتھ بدترین تمسخر کیا، اور اس طرح سے خدا کے ذریعہ یہ بھیجی ہوئی کتابیں تحریف کی نذر ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کے لیے سامانِ زیغ وضلال بن گئیں۔

لیکن اللہ رب العزت نے انسانیت کے لیے اپنے سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب فرمایا اور آپ کو ایسی کتاب عطا کی جس کو ہمیشہ تمام تحریفات اور ردوبدل سے محفوظ رہنے کی خدائی ضمانت دے دی گئی ہے اور جسے کوئی بھی شخص کسی بھی دور میں تختۂ مشق نہیں بنا سکتا۔ چنانچہ قرآن جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پورے طور پر محفوظ تھا، بالکل اسی طرح سے یہ مقدس وحی آج بھی امتِ مسلمہ کے سامنے محفوظ ہے جس میں کسی بھی ردوبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چونکہ قرآن تمام سابقہ کتابوں کا نچوڑ، تکملہ اور تتمہ ہے اور تا روزِ قیامت پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے لیے آخری مصدرِ رشد و ہدایت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے انتہائی جامع اور مکمل ترین شکل میں آخری وحی کے طور پر بھیجا، اور یہی کتاب مسلمانوں کا سب سے بڑا فقہی اور تشریعی مصدر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال، ارشادات وہدایات گویا کلام اللہ ہی کی شرح وتوضیح ہیں۔

دورِ نبوی میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام فقہی، سیاسی، علمی، اور اعتقادی مسائل کا حل اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے سامنے بقدرِ ضرورت پیش فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا

تو یہ حضرات بارگاہِ رسالت کی جانب رجوع فرماتے اور اپنے سوالات کے جوابات حاصل کر لیتے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام دور دراز ممالک میں پھیل گیا اور امت کے سامنے نئے نئے مسائل پیدا ہونے لگے۔ عالمِ اسلام میں بسنے والے مسلمانوں نے مسائل اور استفتاء کے لیے فطری طور پر مستند علماء وفقہاء کی جانب رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ صحابہؓ میں ایک تعداد ایسی تھی جو مسائل وفتاوی میں شہرت رکھتی تھی جنھیں فقہاءِ صحابہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے "النبذ في أصول الفقه" میں اور امام ابن القیمؒ نے "إعلام الموقعين" میں ان مجتہدین صحابہؓ کی تفصیل پیش کی ہے جن کی خدمت میں حاضر ہو کر صحابہ کرامؓ اور تابعینِ عظامؒ اپنے دینی مسائل کا حل طلب کیا کرتے تھے۔

یقیناً صحابہؓ میں ایک جماعت اجتہاد وفتاوی کی ذمہ داری انجام دیتی تھے لیکن عام طور پر ان کا یہ کام انفرادی ہوا کرتا تھا۔ ان کا کوئی مکتب فکر اور منظم مدرسہ نہیں تھا۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ منظم طور پر فقہ واجتہاد کا سلسلہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے مورخین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے صحابی جن کو منظم اور اجتماعی انداز سے فقہ وفتاوی کے موضوع پر کام کرنے کا شرف حاصل ہے وہ ہیں معلم الامۃ، استاذ المسلمین، مجتہدِ اعظم، حلال المشکلات، منبع الفقہ والفتیا، خادم الرسول، صحابی جلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں:

> "لم يكن أحد له أصحاب معروفون حرروا فتياه ومذاهبه في الفقه غير ابن مسعود" (ابن مسعودؓ کے علاوہ (صحابہ میں) کوئی ایسا نہیں گذرا ہے جس کے معروف تلامذہ ہوئے ہوں، اور جس کے فقہی مسائل کو منضبط اور مرتب کیا گیا ہو۔)

(إعلام الموقعين ج ۲ ص ۳۷-۳۶)

فقہِ حنفی، فقہِ عمری وفقہِ مسعودی کا ارتقاء ہے: مورخ ابن جریرؒ کی مذکورہ عبارت کی بنیاد پر ہم بآسانی اس بات کا دعوی کر سکتے ہیں کہ سب سے پہلا اور سب سے مستند فقہی مدرسہ منظم طور پر عالمِ اسلام میں ظہور پذیر ہونے والا عبداللہ بن مسعودؓ کا قائم کردہ مدرسہ ہے جو سیدنا عمر بن الخطابؓ کی زیر نگرانی سرزمین کوفہ میں وجود میں آیا۔ دراصل فقہِ حنفی اسی متوارث عمری ومسعودی فقہ کا ارتقاء وتوسیع

ہے۔امام ابوحنیفہؒ کے دور میں یہ فقہ آپ کے عبقری تلامذۃ کی بدولت اپنے عروج کو پہونچ گئی اور چار دانگِ عالم میں پھیل گئی اور اسلامی قانون کی شکل اختیار کرلی۔اس کے بعد کوفہ میں فقہ واجتہاد کا جو سلسلہ جاری ہوا اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔سرزمین کوفہ کے فقہاء نے اپنے حیرت انگیز علمی اور فقہی اجتہادات،استنباطات اور استخراجات،اور قانونی تاصیل وتفریع،اور تحقیق وتدقیق کے ذریعہ فقہِ اسلامی کی جو خدمت کی ہے وہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا قانونی ذخیرہ ہے۔

فقہِ حنفی کا شیوع: خلافتِ عباسیہ میں امام ابویوسفؒ کو جب قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا،اسی وقت سے فقہِ حنفی آسمان کی بلندیوں کو پہونچ گئی۔گویا مذہبِ حنفی اسلام کا سرکاری مذہب بن گیا۔اور پورے عالم اسلام میں قضاء کے عہدے سے اسی کو سرفراز کیا جاتا تھا جو مذہبِ حنفی کا ماہر اور متخصص ہوتا۔

خلافتِ عباسیہ کے بعد خلافتِ عثمانیہ میں طویل صدیوں تک مذہبِ حنفی ہی سرکاری مذہب رہا ہے۔اس کے علاوہ مغلیہ سلاطین سارے کے سارے مذہبِ حنفی کے مقلد تھے اور سلطنت کے تمام احکام وفرامین مذہبِ حنفی ہی کی روشنی میں صادر فرمائے جاتے تھے۔فتاوی ہندیہ سے آج کون ناواقف ہے؟ اس حیرت انگیز فقہی ذخیرہ کو بعد کی مغلیہ سلطنت کا قانونی دستاویز اور آئین مملکت مانا جاتا تھا۔

خلافت عباسیہ،خلافت عثمانیہ،اور سلطنت مغلیہ اسلامی تاریخ کے تین ربع سے زیادہ عرصہ کو محیط ہیں اور اس بات سے ہر کوئی واقف ہے کہ یہ تینوں ہی حنفی مذہب پر کاربند رہے ہیں۔اس مذہب کے شیوع کا سب سے اہم سبب ظاہر ہے اس کے بانیان کا اخلاص اور ان کی للٰہیت،اور ان کا فقہی تعمق اور قانونِ شریعت کا غیر معمولی احاطہ ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اس مذہب کے اصولِ استنباط میں وہ طاقت اور لچک ہے جو کسی بھی دور میں فقہِ اسلامی کو درپیش چیلنج کا بھرپور جواب دینے کے لیے کافی ہے اور اس تغیر پذیر دنیا میں کسی بھی وقت ان اصولوں کی روشنی میں نت نئے مسائل وحوادث ووقائع ونوازل کا کافی وشافی حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔امام ابن حزم ظاہریؒ کا

یہ دعوی بالکل بے بنیاد ہے کہ اگر مذہب حنفی کے پیچھے حکومت کارفرما نہ ہوتی تو یہ مذہب نہ پھیلتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومتیں اس مذہب کو اختیار کرنے پر ایک طرح سے مجبور تھیں۔ کسی بھی حکومت کو چلانے کے لیے ایسا قانونی ڈھانچہ چاہئے جو تمام انسانی شعبوں اور دینی ودنیاوی گوشوں کا کامل احاطہ کرتا ہو اور ظاہر ہے یہ خوبی مذہبِ حنفی سے زیادہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

مذہبِ حنفی کی حیرت انگیز وسعت وجامعیت: جو فقیہ بھی امورِ قضائیہ اور مسائل اجتہادیہ کا بغور مطالعہ کرے گا اور پھر مختلف مذاہب ومسالک کا اصولی وفروعی جائزہ لے گا وہ اس حقیقت کو قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مذہبِ حنفی کے اندر واقعی ایسی حیرت انگیز جامعیت وہمہ گیریت ہے جس نے اس مذہب کی مقبولیت کو اوجِ ثریا پر پہونچا دیا اور آج تک تاریخ انسانیت میں اتنا عظیم اور منظم قانونی مذہب اور مسلک کوئی پیش نہ کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر مذاہب کے مقلدین بھی نکاح وطلاق، بیوع ومعاملات کے بے شمار مسائل میں فقہِ حنفی کی تقلید کو ترجیح دیتے ہیں۔

مذہبِ حنفی کی اسی حیرت انگیز وسعت وجامعیت کا ذکر کرتے ہوئے فقیہ الادباء، ادیب الفقہاء، علامہ علی طنطاوی ؒ ''رجال من التاریخ'' ص ۲۵۳-۲۵۴ میں فرماتے ہیں:

" والمذهب الحنفي اليوم أوسع المذاهب انتشارا، وأوسعها فروعا وأقوالا، وهو أنفع المذاهب في استنباط القوانين الجديدة، والأجتهادات القضائية، يليه في كثر الفروع المذهب المالكي، وقد عرفت ذلك في السنين التي اشتغلت فيها بوضع مشروع قانون الأحوال الشخصية، وسبب ذلك أن المذهب الحنفي صار مذهب دولة مدة العباسيين والعثمانيين، وهي ثلاثة أرباع التاريخ الأسلامي، والمالكي مذهب المغرب طول هذه المدة، فكثرت فيهما الفروع والمناقشات، أما المذهب الشافعي فلم يكن مذهبا رسميا الا حقبة قصيرة أيام الأيوبيين، بينما اقتصر المذهب الحنبلي على نجد والحجاز اليوم''

(مذہبِ حنفی آج پوری دنیا میں تمام مذاہب میں سب سے زیادہ متداول اور شائع مذہب ہے،

اور اسی طرح سے فقہی جزئیات واقوال کے اعتبار سے یہ مذہب سب سے زیادہ مالا مال ہے۔ نت نئے قوانین وضوابط کے استنباط، اور قضاء سے متعلق اجتہادات میں اس سے زیادہ نافع مذہب کوئی بھی نہیں ہے۔ مذہبِ حنفی کے بعد کثرتِ فروع وجزئیات میں دوسرا مذہب مالکی ہے۔ مجھے اس کا اندازہ ان سالوں میں ہوا جب میں پرسنل لاء کی منصوبہ سازی پر کام کر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عباسی اور عثمانی خلافتوں کے دوران مذہبِ حنفی سرکاری مذہب تھا، اور یہ دونوں ہی خلافتیں تاریخِ اسلام کے تین ربع کو محیط ہیں، جب کہ اس پوری مدت میں مالکی مذہب اندلس کا سرکاری مذہب رہا ہے، اسی لیے ان دونوں ہی مذاہب میں فروعی مسائل اور فقہی مناقشات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس مذہبِ شافعی ایوبی سلطنت کے دوران ہی مختصر مدت کے لیے سرکاری مذہب کی حیثیت رکھتا تھا، جب کہ حنبلی مذہب اس وقت نجد اور حجاز میں میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔)

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کی شہادت: انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا مستشرقین اور مغربی مصنفین کا عظیم ترین علمی اور ادبی کارنامہ ہے اور اسے انگریزی زبان کا سب سے اہم موسوعہ مانا جاتا ہے۔ اس انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار نے فقہِ حنفی کی ہم آہنگی، لچک اور وسعت کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

> The school of Abū Ḥanīfah acquired such prestige that its doctrines were applied by a .majority of Muslim dynasties
>
> His legal acumen and juristic strictness were such that Abū Ḥanīfah reached the highest level .of legal thought achieved up to his time
>
> the Kufan Ibn ,Compared with his contemporaries and (774.(d the Syrian Awzāʿī(765.(d Abī Laylā his doctrines are (795.(d the Medinese Mālik more carefully formulated and consistent and his

technical legal thought more highly developed .and refined

(انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ا ص ۱۹)

(یعنی ابوحنیفہؒ کے مذہب کو اتنا اثر ورسوخ حاصل تھا کہ اکثر اسلامی خلافتیں اور بادشاہتیں اسی مذہب کی پیروکار تھیں۔ ابوحنیفہؒ کی قانونی اور فقہی بصیرت وذکاوت اس زمانہ تک حاصل کی گئی قانونی فکر کے سب سے اعلی معیار تک پہونچی ہوئی تھی۔ اپنے معاصرین ابن ابی لیلیٰؒ کوفی متوفی ۷۶۵ء، اوزاعیؒ شامی متوفی ۷۷۴ء، اور مالک مدنیؒ متوفی ۷۹۵ء کے مقابلہ میں آپ کے اصول کی تشکیل زیادہ محتاط انداز سے کی گئی ہے اور اس میں استقلال اور ہم آہنگی زیادہ ہے اور آپ کے علمی اور قانونی افکار وروں کے مقابلہ میں زیادہ معیاری انداز سے مرتب اور منقح کئے گئے ہیں۔)

مذہبِ حنفی اور علماء دیوبند: فقہ حنفی کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ اس مذہب کو فروغ دینے میں علماء عراق کا ہاتھ رہا ہے۔ ظاہر ہے اس مذہب کی تاسیس، اور ترتیب وتدوین کا حیرت انگیز کارنامہ اسی سرزمین کے ایک عظیم اور تاریخی شہر کوفہ کے حصے میں آیا۔ اس کے بعد خلافتِ عباسیہ میں صدیوں تک اس مذہب کے پیروکاروں اور فقہاء ومحدثین نے اس مذہب کی تائید اور تقویت کے لیے متعدد تصانیف لکھیں۔ عباسی دور کے بعد خلافتِ عثمانیہ کا زریں دور شروع ہوتا ہے جس میں فقہِ حنفی پر ہزاروں اہم کتابیں تصنیف کی گئیں اور اس مذہب کو اصولی اور فروعی طور پر نہایت مدلل اور منقح کیا گیا۔

آخری دور میں سرزمینِ ہند کو اللہ نے گوناگوں نعمتوں سے نوازا اور اس ملک میں ایسے عباقرہ اور حیرت انگیز رجالِ کار پیدا کئے جنھوں نے زہد وتصوف میں شبلی وجنید بغدادی، اور فکر وفلسفہ میں رازی وغزالی، حدیث ورجال میں ذہبی وابن حجر، فقہ واصول میں مرغینانی وسرخسی، تفسیر میں زمخشری اور جرجانی، اور اسرار وحقائق میں حارث محاسبی اور ابن عربی کی یادیں تازہ کردیں اور ایشیاء کو چک ان عہد ساز شخصیتوں کے علوم وفنون، مجاہدانہ کارناموں، اور ہوحق کی صداوں سے گونجنے لگا۔ اسی دور میں علماء

ربانیین کی ایک جماعت نے مجددِ اسلام، امام المتکلمین حضرت نانوتویؒ متوفی ۱۲۹۷ھ کی زیرِ قیادت ایشیاء کی عظیم ترین یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی۔ اس ادارے سے منسلک اور یہاں کے فارغ التحصیل علماء وفقہاء، محدثین ومفسرین، فلاسفہ ومتکلمین، عباد وزہاد، خطباء وواعظین، سیاسی ماہرین ومجاہدین نے برِصغیر میں ایک علمی اور فکری انقلاب برپا کردیا۔ اسی کاروانِ علم ودانش اور مرکزِ فکر وآگہی سے تعلق رکھنے والی شخصیتوں نے جہاں دین کے تمام شعبوں میں تجدیدی کارنامہ انجام دیا، وہیں ان حضرات نے مذہبِ حنفی کی عظیم خدمت کی اور اس مذہب پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے اور فقہِ حنفی کی تائید وتقویت میں ان حضرات نے عربی اور اردو زبان میں سیکڑوں ایسی تصانیف رقم کیں جو اس وقت علمی اور فکری تاریخ کا ایک لازوال حصہ بن چکی ہیں اور برصغیر میں اسلامی علوم وفنون کے بقاء کی ضامن بن چکی ہیں۔ امام المتکلمین، محمد قاسم نانوتویؒ، سید الطائفہ، فقیہ ومجتہد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، محدثِ کبیر مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، امامِ حریت، بطلِ جلیل، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، محدثِ ناقد، علامہ ظہیر احسن نیمویؒ، محدثِ عدیم النظیر ، امام العصر محمد انور شاہ کشمیری، حکیم الامت المحمدیہ، مجدد الملۃ الاسلامیہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، محقّق العصر، امام جلیل، محدث کبیر، شارح ابوداود حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، متکلمِ اسلام، شارح صحیح مسلم، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ الاسلام، مجاہدِ آزادی مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتیِ اعظم، شیخ الحدیث، محققِ ماہر، شیخ کفایت اللہ دہلویؒ، محدثِ کبیر، مولانا عبد العزیز پنجابیؒ، محدثِ جلیل، شیخ مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ، محدثِ عظیم، متکلمِ دوراں، مفسر بے مثال، شارحِ مشکوۃ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفسرِ دوراں، علامہ مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، داعیِ اسلام، امامِ ربانی، عالمِ ملہم شیخ محمد یوسف کاندھلویؒ، محدثِ وقت، علامہ بدرِعالم میرٹھی، محدثِ ناقد، فقیہِ جلیل، شیخ ظفر احمد عثمانیؒ، محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ، محدثِ جلیل، شیخ حبیب الرحمن اعظمیؒ، محدثِ ناقد، شیخِ ماہر، علامہ محمد عبد الرشید نعمانیؒ وغیرہ حضرات نے مذہبِ حنفی کی خدمت اور تائید میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ ان ائمہ کی تصانیف اور کتابوں میں تقریباً تمام مباحث

میں کچھ ایسے علمی نکات ولطائف ملتے ہیں جس کا ذکر قدیم مصنفین وشارحین تک کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ چنانچہ فقہِ حنفی کی تائید میں ان بلند پایہ دیوبندی علماء کی جو عربی اور اردو شروحات وحواشی اور تعلیقات وامالی ہیں ان میں جابجا ایسی تاویلات وتفسیرات، تشریحات وتوضیحات، جمع وتطبیق، اور توفیق وترجیح کے کچھ ایسے علمی نمونے بیان کئے گئے ہیں جو متقدمین کی کتابوں تک میں دستیاب نہیں ہیں، اور یہ ان اکابر وعظماء کی عبقریت وتبحرِ علمی کا بیّن ثبوت ہیں۔

دیوبند حنفیت کا سب سے عظیم مرکز: اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریباً پچھلی دو صدی سے اللہ رب العزت نے اہلِ ہند کو اپنی خاص عنایات وتوجہات سے بہرہ مند کیا ہے، اور اس پورے عرصے میں جہاں دیوبند نے پوری دنیا میں اپنے لازوال علمی اور اصلاحی نقوش چھوڑے ہیں، وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ نے اس سرزمین کو مذہبِ حنفی کا سب سے بڑا مرکز بنادیا ہے۔ دیوبند کے جہاں بہت سارے امتیازات ہیں، وہیں اس مکتبِ فکر کا ایک اہم امتیاز دفاع عن المذہب الحنفی ہے۔ حنفیت دیوبندیت کا اہم ترین عنصر ہے۔ مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ دیوبندیت کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب "المسلمون في الهند" ص ۱۱۴-۱۱۶ میں بجاطور پر فرماتے ہیں:

"وشعارُ دار العلوم ديوبند: التمسّك بالدِّين، والتصلُّب في المذهب الحنفي، والمحافظة على القديم، والدّفاعُ عن السُنّة"

(یعنی دارالعلوم دیوبند کا شعار دین کو مضبوطی سے تھامنا، مذہبِ حنفی پر سختی سے کاربند رہنا، اور قدیم روایات کو زندہ رکھنا، اور دفاع عن السنہ ہے۔)

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن ندویؒ نے اپنے مورخانہ اور مفکرانہ اسلوب میں چند لفظوں میں دیوبند کی جو نہایت جامع تعریف پیش کی ہے وہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے اور تصلب فی المذہب الحنفی واقعی اس مکتب فکر کا نہایت اہم عنصر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانیان نے روزِ اول ہی سے اس مذہب کی خدمت کی اور سیدنا عمر بن الخطابؓ، سیدنا علی ابن ابی طالبؓ اور خاص کر سیدنا عبداللہ

بن مسعودؓ کی اس متوارث فقہ کی ہر طرح سے حفاظت اور آبیاری کی ہے۔

دیوبند کے ذریعہ مذہبِ حنفی کی اشاعت اور حضرت نانوتویؒ کا خواب: روزِ اول ہی سے کچھ ایسے منامات اور بشارتیں ہمارے علماء نے ذکر کئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی خاص حکمت کی بنا پر حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ قائم کردہ اس عظیم یونیورسٹی کو حنفیت کا سب سے عظیم قلعہ بنایا۔ اس سلسلے میں ایک خواب ہمارے علماء بکثرت اپنی کتابوں میں بیان فرماتے ہیں۔ ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۱ کی روایت ہے کہ: خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شیء پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاوں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔ اس خواب کو انہوں نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ برادر شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے اس عنوان سے بیان فرمایا کہ حضرت ایک شخص نے اس قسم کا خواب دیکھا ہے تو انھوں نے یہ تعبیر دی کہ اس شخص سے مذہبِ حنفی کو بہت تقویت ہوگی اور وہ پکا حنفی ہوگا اور اس کی خوب شہرت ہوگی لیکن شہرت کے بعد اس کا جلدی انتقال ہوجائے گا اور میں نے یہ خواب اور اس کی تعبیر خود مولانا نانوتویؒ سے سنی ہے۔ مولانا کا قاعدہ تھا کہ جب عام لوگوں میں اس خواب کو بیان فرماتے، تو فرماتے ایک شخص نے ایسا خواب دیکھا تھا لیکن خاص لوگوں سے فرمادیتے تھے کہ یہ خواب میرا ہے۔ جب مولانا نے مجھ سے یہ خواب بیان فرمایا، اس وقت میں اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا اور مولاناؒ نے بے تکلف مجھ سے اپنا نام لیا تھا۔''

اگرچہ خواب شریعت میں حجت نہیں ہے لیکن استیناس کے لیے خواب کا ذکر کرنا متقدمین ومتاخرین کے یہاں مستحسن مانا گیا ہے اور اگر کوئی خواب کسی عظیم عالم یا امام کا ہو اور اس خواب کی تعبیر بھی کسی عظیم ہستی کی جانب سے بیان کی جائے، تو پھر خواب کافی بامعنی اور اہم ہوجاتا ہے۔ صحیحین کی مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (الرُّؤْيَا الصَّالِحَة جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ) یعنی نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا وہ خواب تواریخ وطبقات کی کتابوں میں موجود ہے جس کی تعبیر ابن سیرینؒ نے بیان فرمائی تھی۔ حافظ ذہبیؒ ''مناقب أبي حنيفة

وصاحبیہ'' ص۳۶ میں فرماتے ہیں:

''عَنْ أَبِي يُوسُفَ، قَالَ: رَأَى أَبُو حَنِيفَةَ كَأَنَّهُ يَنْبِشُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْخُذُ عِظَامَهُ يَجْمَعُهَا، وَيُؤَلِّفُهَا، فَهَالَهُ ذٰلِكَ، فَأَوْصَى صَدِيقًا لَهُ إِذَا قَدِمَ الْبَصْرَةَ أَنْ يَسْأَلَ ابْنَ سِيرِينَ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: هٰذَا رَجُلٌ يَجْمَعُ سُنَّةَ النَّبِيِّ وَيُحْيِيهَا''

(یعنی ابو یوسفؒ بیان فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے خواب دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کھود رہے ہیں، اور جسم اطہر کی ہڈیاں جمع کر رہے ہیں اور انھیں جوڑ رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بڑے خائف ہوئے اور اپنے ایک دوست سے یہ کہا کہ جب وہ بصرہ جائیں تو ابن سیرینؒ سے اس خواب کی تعبیر دریافت فرمالیں۔ چنانچہ انھوں نے جب ابن سیرینؒ سے سوال کیا، تو ابن سیرینؒ نے جواب دیا: یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو جمع کرے گا اور اس کا احیاء کرے گا۔)

امام ذہبیؒ اسی کتاب میں علی ابن عاصمؒ کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

''رَأَيْتُ كَأَنِّي نَبَشْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَزِعْتُ وَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ رِدَّةً عَنِ الإِسْلامِ، فَجَهَّزْتُ رَجُلًا إِلَى الْبَصْرَةِ، فَقَصَّ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ الرُّؤْيَا، فَقَالَ: إِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَا هٰذَا الرَّجُلِ فَإِنَّهُ يَرِثُ عِلْمَ نَبِيٍّ''

(میں نے خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کھود رہا ہوں، جس کی وجہ سے میں سہم گیا، اور مجھے اس بات کا اندیشہ ہونے لگا کہ یہ کہیں میرے مرتد ہونے کی جانب اشارہ تو نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کو بصرہ بھیجا، اور اس نے ابن سیرینؒ کے سامنے سارا واقعہ سنایا۔ ابن سیرینؒ نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: اگر اس شخص کا خواب سچا ہے، تو یہ علوم نبوت کا وارث ہوگا۔)

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی دو صدی سے دیوبندی مکتب فکر کو عالمی طور پر مذہبِ حنفی کا سب سے بڑا ترجمان اور عظیم قلعہ کی حیثیت حاصل ہے۔ آج پوری دنیا میں علماء دیوبند کی علمی، فکری اور فقہی خدمات سے اہلِ ایمان سیراب ہورہے ہیں اور اپنی دینی ضرورتیں پوری کررہے ہیں۔

☆......☆......☆

جدید ذرائعِ علم و تعلیم

علم دین ویب سائٹ اور مکتبہ جبریل کی خدمات کا اجمالی تعارف

محمد بشارت نواز
معاون مدیر ماہنامہ النخیل

دورِ جدید میں ہر چیز کی طرح کتاب بھی جدت اختیار کر چکی ہے۔ وہ کتاب جس کا سفر مٹی کی تختیوں سے شروع ہوا، لکڑی کی چھال، درختوں کے پتوں، جانوروں کی ہڈیوں اور چمڑوں کے اوراق سے ہوتی ہوئی کاغذ کے ورق پر پہنچی۔ مدتوں کاغذ پر راج کرنے کے بعد اب یہ کتاب برقی لہروں میں اپنی جگہ بنا چکی ہے، جسے ای کتاب (ای بک) کا نام دیا گیا ہے۔ اب ای کتاب بھی بیس سے زیادہ فارمیٹ میں دستیاب ہے۔ ان میں پی ڈی ایف (پورٹ ایبل ڈاکومنٹ)، الیکٹرانک پبلی کیشن، کنڈل بکس وغیرہ بہت معروف ہیں۔

ای بک کی آمد کے بعد علوم برقی لہروں میں تبدیل ہونا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یورپ میں بڑی بڑی ڈیجیٹل لائبریریاں وجود میں آ گئیں۔ دورِ جدید کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عرب کے اہلِ علم نے اسلامی علوم کو ای بک میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور مکتبہ شاملہ کے نام سے اسلامی علوم کی ڈیجیٹل لائبریری سامنے آئی۔ مکتبہ شاملہ کا پہلا نسخہ صفر 1426ھ (اپریل 2005ء) میں شائع ہوا۔ مکتبہ شاملہ کی ویب سائٹ پر اس وقت تقریباً سات ہزار کتابیں موجود ہیں، تاہم دیگر افراد کی ذاتی کوششوں کے نتیجے میں اس میں بے پناہ اضافہ ہوا اور کتابوں کی تعداد لاکھ سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔

مکتبہ شاملہ جو کہ عربی کتب کی ڈیجیٹل لائبریری تھی، اس کے وجود میں آنے کے بعد دیگر زبانوں

کی طرح اردو علوم کو بھی ڈیجیٹل لائبریری میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، جس کا بیڑا جامعہ مدنیہ رائیونڈ کے فاضل مولانا ذیشان صاحب نے اٹھایا۔ مولانا ذیشان صاحب کی دس سالہ انتھک محنت اور کوشش کا نتیجہ تھا کہ 2014ء میں اردو علوم کا ایک معتد بہ حصہ ڈیجیٹل لائبریری کی شکل میں ''مکتبہ جبریل'' کے نام سے وجود میں آ گیا۔

مکتبہ جبریل کا تعارف: مکتبہ جبریل اسلامی خصوصاً اردو کتب کا سب سے بڑا اور نہایت کارآمد سافٹ ویئر ہے۔ جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، فتاوی، درس نظامی، ادب عربی، تاریخ اسلامی و دیگر علوم فنون کی متعلقہ کتب مطالعہ، تلاش، تحقیق اور تخریج کی بہترین سہولیات کے ساتھ موجود ہیں۔ دسمبر 2018ء تک پانچ ہزار سے زائد کتب مکتبہ جبریل میں شامل ہو چکی تھیں۔ کتب کی اتنی بڑی تعداد سے تلاش وغیرہ کی خصوصیات کی بنا پر مکتبہ جبریل برصغیر کے اکثر مدارس کے دارالافتاء سمیت لاکھوں لوگوں کے زیرِ استعمال ہے۔

مکتبہ جبریل ایک فلاحی، علمی، تحقیقی ادارہ ہے جو ہر طرح کی سیاسی وابستگی اور تعصّبات سے بالاتر، شب و روز اپنی خدمات کے ذریعے ملک و ملت کی خدمت میں مصروف ہے اور اس کی خدمات سے علم و تحقیق سے وابستہ لوگ اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

مشن: مصنفین اور ناشرین کے تعاون سے مستند علمی مواد کو ڈیجیٹائز کرنا یعنی کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے لیے تیار کرنا تاکہ علمی اور تحقیقی کام میں طالب علموں اور محققین کو آسانی ہو سکے۔

فلاحی اور غیر تجارتی ادارہ: مکتبہ جبریل اپنی تمام خدمات صارفین کو بلا معاوضہ پیش کرتا ہے اور اپنی جملہ ضروریات اہلِ خیر کے تعاون سے پورا کرتا ہے۔ آمد اور خرچ کا تمام ریکارڈ شفاف طریقہ سے آن لائن شیٹ کے ذریعے رکھا جاتا ہے۔

دفتر: مکتبہ جبریل کا عارضی دفتر الحامد کمپیوٹر لیب میں واقع ہے، جو کہ مین رائیونڈ روڈ لاہور ہائیر فیکٹری کے عقب میں واقع ہے۔ الحامد کمپیوٹر لیب میں بیٹھ کر مکتبہ جبریل کے مستقل ملازمین دفتری اوقات میں علمی مواد اور کتب کی تیاری میں مصروف عمل رہتے ہیں، ان ملازمین کو باقاعدہ ماہانہ معقول

تنخواہ ادا کی جاتی ہے نیز ان کی رہائش اور کھانے کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

ذیلی شاخیں: ملک کے تمام بڑے شہروں میں مکتبہ جبریل کے رضا کار موجود ہیں جو ڈیٹا کی فراہمی اور لوڈ کرنے کا بلا معاوضہ کام سر انجام دیتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ مختلف مما لک میں بھی فائدہ اٹھانے والے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہوئے یہی خدمت رضا کارانہ طور پر انجام دیتے ہیں۔

نمائندہ ویب سائٹ: مکتبہ جبریل کی ایک نمائندہ ویب سائٹ بھی موجود ہے جس کا یو آر ایل www.elmedeen.com ہے، اس ویب سائٹ پر تیار ہونے والی کتب اور مواد کو باقاعدگی کے ساتھ اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے جس سے ماہانہ لاکھوں عوام وخواص پوری دنیا سے بلا معاوضہ استفادہ کرتے ہیں۔

کتابوں کی آن لائن ٹائپنگ کا منفرد نظام: اس نمائندہ ویب سائٹ پر ایک آن لائن ٹائپنگ کا نظام بھی بنا ہوا ہے جہاں مختلف علمی کتابیں ٹائپنگ کے لیے پیش کی جاتی ہیں اور مختلف جگہوں سے رضا کار اپنے اپنے اوقات میں ان کتابوں کی ٹائپنگ میں حصہ لیتے ہیں، اس نظام کے تحت ہزاروں صفحات ٹائپ کیے جا چکے ہیں، اس وقت ویب سائٹ پر رجسٹرڈ رضا کاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلی گرام پر بھی مکتبہ جبریل کے لیے رضا کارانہ ٹائپنگ کا نظم بنایا گیا ہے۔ جن کتابوں کی ٹائپنگ مکمل ہو جاتی ہے، ان کی اہل علم کی ایک قابلِ اعتماد ٹیم کی نظرِ ثانی اور تصحیح کے بعد ڈیجیٹل اشاعت عمل میں لائی جاتی ہے۔

مکتبہ جبریل سوفٹ ویئر برائے کمپیوٹر وموبائل: ویب سائٹ کے علاوہ کمپیوٹر کے لیے سوفٹ ویئر اور موبائل کے لیے ایپ بھی بنی ہوئی ہے، یہ دونوں بھی مکتبہ جبریل کے نام سے ہر خاص وعام کے لیے بلا معاوضہ ویب سائٹ پر ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود ہیں، جس سے ہزاروں کی تعداد میں طالب علم اور محققین استفادہ کرتے ہیں، ویب سائٹ اور ان سوفٹ ویئرز کے ذریعے لاکھوں صفحات جاری کیے جا چکے ہیں۔

مصنفین اور ناشرین کا تعاون اور تائید: مکتبہ جبریل کو مصنفین اور ناشرین کتب کا خصوصی

تعاون اور تائید حاصل ہے، یہ لوگ اپنی کتابیں ڈیجیٹل شکل میں مکتبہ جبریل کو دیتے ہیں اور مکتبہ جبریل ان کو مختلف فنی مراحل سے گزار کر مطالعہ اور علمی تحقیق کے قابل بناتا ہے۔

آگاہی اور تربیت کا نظام: علمی مواد کی تیاری کے ساتھ ساتھ مکتبہ جبریل مختلف تعلیمی اداروں، جامعات میں ٹریننگ ورکشاپ بھی کرواتا ہے، جس میں مکتبہ جبریل سوفٹ ویئرز کا تعارف اور اس سے کام لینے کے بارے میں تربیت دی جاتی ہے۔

ڈیٹا کے حصول اور انسٹالیشن کے لیے عوام وخواص کا رجوع: مکتبہ جبریل کے آفس میں مختلف شہروں اور جگہوں سے طالب علم اور محققین اپنے کمپیوٹرز اور موبائل لے کر آتے ہیں اور ان میں بلا معاوضہ مکتبہ جبریل انسٹال اور لوڈ کرواتے ہیں۔ اس کے علاوہ علمی ڈیٹا بذریعہ ٹی سی ایس ملک کے مختلف علاقوں میں طلب کرنے پر بھجوایا جاتا ہے۔

خدمت کا دائرہ یوٹیوب چینل، فیس بک پیج اور ٹویٹر اکاؤنٹ تک وسیع: مکتبہ جبریل اپنے یوٹیوب چینل، فیس بک پیج، ٹویٹر اکاؤنٹ، ویب سائٹ، وٹس ایپ اور ٹیلی گرام چینل پر مختلف آرٹیکل اور ٹریننگ ویڈیوز جاری کرتا ہے تاکہ عوام وخواص ان کو دیکھ کر دنیا میں کہیں بھی رہتے ہوئے ان علمی سوفٹ ویئرز کی تربیت حاصل کرسکیں۔ مکتبہ جبریل، مکتبہ شاملہ وغیرہ کی تفصیلات پر مشتمل کتاب: http://www.elmedeen.com/Download/Books/web/5311.pdf

درپیش مسائل: دسمبر 2018ء میں اتحاد وتنظیم ناشران دینی کتب پنجاب پاکستان کی طرف سے انتباہ سامنے آیا کہ جن ویب سائٹس پر ایسی کتب موجود ہیں جن کے حقوق پاکستان کے قانون کے مطابق محفوظ ہیں اور ان کے نشر کی باقاعدہ اجازت حاصل نہیں کی گئی ان کو رضا کارانہ طور پر ہٹا دیا جائے ورنہ تنظیم قانونی کاروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

علم دین ویب سائٹ اور مکتبہ جبریل اپنی دانست میں سمجھ رہے تھے کہ کتابوں کی ڈیجیٹل اشاعت سے کاغذی اشاعت کو فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ اس سے کتاب کی خوب تشہیر ہوتی ہے، پوری دنیا میں کتاب کا تعارف ہوتا ہے، ڈیجیٹل سکرین پر پوری پوری کتاب پڑھنا مشکل کام ہے، ہر شخص نہیں

کرسکتا تو لامحالہ کتاب کا تعارف ہو جانے کے بعد قاری، کاغذ کی کتاب خریدے گا، مگر اتحاد تاجران کے مذکورہ انتباہ کے سامنے آنے کے بعد خدشہ پیدا ہوا کہ جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے وہ مزید بڑھ نہ جائے اس لیے علم دین ویب سائٹ اور مکتبہ جبریل نے کتب کے حذف کا فیصلہ کیا، بالآخر حذف عمل میں لایا گیا ہے اور درسِ نظامی کے متون اور شروحات سمیت دو ہزار سے زائد کتابیں حذف کر دی گئیں، جس کی وجہ سے وہ کتب اب علم دین ویب سائٹ اور مکتبہ جبریل میں دستیاب نہیں ہیں۔

کتب کے حذف سے جو ایک اجتماعی علمی نقصان ہوا، اس کی تلافی کے لیے مصنفین اور ناشرین سے تحریری اجازت نامے حاصل کرنے کوشش کی جا رہی ہے۔ موصول شدہ اجازت ناموں کو علم دین ویب سائٹ پر نصب کر کے اس کی متعلقہ کتابوں کو دوبارہ ویب سائٹ پر بحال کر دیا جاتا ہے۔

مکتبہ جبریل کے مستقبل کے چند اہم منصوبے:

1...: کتابوں کی ڈیجیٹل لائبریری کی طرح صوتیات/آڈیوز کی ڈیجیٹل لائبریری تعمیر کرنا ہے۔

2...: مختلف تعلیمی اداروں اور جامعات میں کمپیوٹر لیب قائم کرنا اور تعلیم وتربیت کا نظم جاری کرنا۔

3...: مکتبہ جبریل و دیگر مفید ڈیجیٹل لائبریریوں کے لیے Kindle طرز کا ایک علم دین ای بک ریڈر تیار کرنا تاکہ یکسوئی کے ساتھ مطالعہ اور تحقیق کا کام انجام دیا جا سکے۔

علم دین ای بک ریڈر کا تعارف، مقاصد، خصوصیات: مکتبہ جبریل ای بک ریڈر، کسٹمائزڈ اینڈرائیڈ نظام اور اِی اِنک سکرین پر مشتمل ایک ٹیبلٹ ہے جس کا مقصد دینی علوم سے وابستہ افراد اور علم کے حصول کی خواہش رکھنے والے عوام وخواص کو بے ضرر ڈیجیٹل ذریعہ فراہم کرنا ہے، جس میں کئی مفید ایپس اور ہزاروں عربی، اردو، انگریزی مفت کتب مطالعہ کے لیے تلاش کی سہولت کے ساتھ موجود ہوں گی۔

اس میں استعمال ہونے والی اِی اِنک سکرین ایک ایسی بلیک اینڈ وائٹ ڈیجیٹل سکرین ہو گی جو کاغذ کے مشابہ ہے۔ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے کہ عام رائج رنگین سکرینوں کے برخلاف یہ کوئی روشنی خارج نہیں کرتی بلکہ ماحول کی روشنی کو استعمال کرتے ہوئے روشن ہوتی ہے، جس کی وجہ سے

رنگین سکرین پر مسلسل اور دیر تک مطالعہ کی وجہ سے نظر اور ذہن کی کمزوری، بے خوابی اور اچھی نیند کے متاثر ہونے کے جو نقصانات ہوتے ہیں، ای بک ریڈر میں اس سے بچا جا سکے گا۔

اس میں مکتبہ شاملہ، مکتبہ جبریل، لغت سوفٹ ویئر اور سب سے بڑھ کر ایک ایسا ایپ سٹور ہوگا جس کی مدد سے مشورے میں طے ہونے والی مزید مفید ایپس شامل کی جاسکیں گی اور جن کے پاس یہ ریڈر ہوگا ان کو مل سکیں گی۔

اس ای بک ریڈر میں نہ تو فون ہوگا اور نہ ہی کیمرہ، نہ ہی اس میں رابطے کی کوئی ایپ مثلاً وٹس ایپ وغیرہ ہوں گی کیونکہ یہ چیزیں مطالعہ اور یکسوئی کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہیں۔

اس کو بنوانے کے لیے تحقیق کا کام تقریباً مکمل ہونے اور نمونہ سامنے آ جانے کے بعد اب کسی اچھے انویسٹر کی تلاش جاری ہے جو کہ چائنہ کمپنی فیکٹری سے بڑی تعداد میں یہ ای بک ریڈر تیار کروا کر مارکیٹ میں لا سکے اور فروخت کے بعد وارنٹی اور سروس کے معاملات کو بھی اچھی طرح پورا کر سکے۔

مکتبہ جبریل اور اس کی تمام خدمات بلا معاوضہ اور خالصۃً آخرت کا سرمایہ حاصل کرنے کے لیے ہیں، اسی طرح ای بک ریڈر پروجیکٹ میں بھی مکتبہ جبریل یا اس کے کسی ذمہ دار کا کوئی تجارتی یا مالی فائدہ متعلق نہیں ہوگا بلکہ مکتبہ جبریل اب تک ای بک ریڈر کے نمونے کی تیاری کے لیے تحقیقی کام کروانے کی غرض سے 10 لاکھ روپے سے زائد رقم خرچ کر چکا ہے، جس کے کسی دنیاوی بدل کی امید نہیں رکھتا اور آئندہ بھی حسب توفیق ذخیرہ آخرت سمجھ کر خرچ کرتا رہے گا۔

چند مزید خصوصیات: (1)... اس کی سکرین کا سائز چھ انچ ہوگا جو اِی اِنک سکرین پر مشتمل ہے۔ (2)... ریم ایک جی بی (3)... میموری: انٹرنل 8 جی بی نیز میموری کارڈ کے اضافے کی سہولت بھی موجود ہوگی۔ (4)... بیٹری: دستیاب رنگین موبائلوں سے کم از کم چار گنا بہتر ہوگی۔ اگر سکرین پر حرکت نہ کی جائے تو ای بک ریڈر بیٹری کو استعمال نہیں کرتا، جس کی وجہ سے ایک ہی صفحہ کو یاد کرنے وغیرہ کی غرض سے برقرار رکھنے کی صورت میں بیٹری ہفتے سے بھی زیادہ چل سکتی ہے۔ (5)... ای بک ریڈر کا آپریٹنگ سسٹم: اینڈرائیڈ 1.0.6 ہوگا۔

اصلاح معاشرہ

ایک عظیم اصول اور ہمارا طرز عمل

مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی

[مولانا ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد، انڈیا وخلیفہ مجاز الشاہ حکیم محمد اختر رحمہ اللہ، جید عالم دین، چالیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ النخیل کے لیے لکھا گیا یہ مضمون پیشِ خدمت ہے۔ ان کی تحریریں النخیل کی زینت بنتی رہیں گی، ان شاءاللہ۔ ادارہ]

انسان اپنی ظاہری نگاہ اور ناقص عقل سے جس چیز کو اپنے حق میں بہتر یا بدتر سمجھ رہا ہوتا ہے، بسا اوقات عواقب ونتائج کے لحاظ سے وہی چیز اس کے لئے اس کے اندازے کے برعکس ثابت ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے بہت وضاحت کے ساتھ اس اصول کو اور حقیقت کو آشکارا فرمایا ہے، اس اصول کا انسان کی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے، اور اس کا سرا براہ راست ایمانیات کے ایک اہم شعبے ''قضا وقدر پر ایمان'' سے جڑا ہوا ہے، سورۃ البقرۃ میں اس اصول کا ذکر حکم جہاد کے سیاق اور ذیل میں ہوا ہے، ارشاد قرآنی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ۔ (البقرۃ:۲۱۶)

تم پر دشمنوں سے جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے، جو تم پر گراں ہے، ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے، حالانکہ وہ تمہارے حق میں خیر ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے، حالانکہ وہ تمہارے حق

میں شر ہو، اصل حقیقت اللہ کے علم میں ہے، نہ کہ تمہارے علم میں۔

اس آیت کریمہ میں جس خیر کا مطلق ذکر فرمایا گیا ہے، دوسرے مقام پر اس کی وضاحت کردی گئی ہے، سورۃ النساء میں خواتین کے ساتھ حسن معاشرت کے ذیل میں ارشاد ہوا ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً۔(النساء:۱۹)

تم بیویوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو، اور اگر وہ تم کو نہیں بھاتی ہیں، تو عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

اس آیت میں خیر کے ساتھ ''کثیر'' لفظ کا ذکر ہوا ہے، اس طرح یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بسا اوقات انسان جن امور کو اپنے لئے ناگوار اور گراں باور کرتا ہے، ان میں اس کے لئے من جانب اللہ بہت بڑی خیر اور بہت عظیم منافع مضمر ہوتے ہیں۔

انسان پر بسا اوقات ایسے حالات آتے ہیں جو اس کے لئے بے انتہا تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں، وہ گھٹ گھٹ کر رہ جاتا ہے، اسے پوری دنیا تاریک نظر آنے لگتی ہے، وہ یہ باور کرنے لگتا ہے کہ اس کی تمام توقعات پر پانی پھر گیا اور اس کی تمام امیدوں کا خون ہو گیا، مگر پھر دھیرے دھیرے حالات بدلنے لگتے ہیں، اور انہیں دشواریوں کے بطن سے اس کے خیر اور اور مفاد کی ایسی چیزیں برآمد ہوتی ہیں جو اس کے ذہن وگمان میں بھی نہیں ہوتیں، بالآخر جن حالات کو وہ اپنے لئے شر سمجھ رہا تھا، انجام کار اس کے لئے سراسر خیر ثابت ہو کر رہتے ہیں۔

اسی طرح بسا اوقات انسان اپنی زندگی کے کسی شعبے میں ایک ہدف کو اپنے لئے سراسر خیر سمجھ کر اس کے حصول کیلئے تمام توانائیاں صرف کر دیتا ہے، ہر طرح کی قربانی پیش کرتا ہے، لیکن انجام کار جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ اس کے لئے تمام تر خسارے، شر اور نقصان کا ہوتا ہے، پھر اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ جس چیز کو اپنے لئے آبِ حیات سمجھ رہا تھا وہ خالص سراب تھی، اور جس کو اپنے لئے مفید جان رہا تھا، وہ پوری طرح مضر تھی۔

قرآن کی مذکورہ دونوں آیات پر اس حوالے سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں ان مالی اور بدنی آلام کا ذکر ہوا جو مجاہدین کو پیش آتے ہیں، اور دوسری آیات میں ان نفسیاتی آلام کا بیان ہے جو ازدواجی زندگی میں طلاق وتفریق کی صورت میں انسان کے سامنے پیش آتے ہیں، پہلی آیت میں جہاد کا مضمون ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور جس کا اصل تعلق اللہ کے حقوق سے ہے، جب کہ دوسری آیت کا تعلق ازدواجی معاملات سے ہے جس کا تعلق بندوں کے حقوق اور معاشرت سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ''جس چیز کو تم مفید یا خیر سمجھ رہے ہو اس میں نقصان اور شر ہو سکتا ہے، اور جس کو تم مضر یا شر سمجھ رہے ہو اس میں نفع اور خیر ہو سکتا ہے'' کا قرآنی ضابطہ زندگی کے تمام گوشوں کے لئے ہے، یہ اصول دینی معاملات کے لئے بھی ہے اور دنیوی معاملات کے لئے بھی، اس کا تعلق انسان کے جسم وبدن سے بھی ہے، نفس وروح سے بھی، مال ودولت سے بھی ہے اور جاہ ومنصب سے بھی، عقائد وعبادات سے بھی ہے اور معاملات ومعاشرت سے بھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان کی ظاہری زندگی میں مشقتیں زیادہ ہوتی ہے، اور راحتیں کم، غم کی ساعات زیادہ ہوتی ہیں اور خوشی کے لمحات کم، اللہ نے یہ حقیقت قسم کی بیان فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ۔ (البلد: ۴) یقیناً ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے، عربی شاعر نے بھی اسی کا اظہار یوں کیا ہے:

جُبِلْتَ عَلَى كَدَرٍ وَأَنْتَ تُرِيدُهَا صَفْوًا مِنَ الْأَقْذَارِ وَالْأَكْدَارِ

مشقت اور پریشانی تمہاری فطرت میں رقم کردی گئی ہے، زندگی میں پر مشقت حالات آکر رہیں گے، جب کہ تم پریشانیوں اور تکدر سے پاک صاف زندگی چاہتے ہو، مگر ایسا نہیں ہوگا۔

جب یہ طے ہے کہ زندگی آلام ومسائل کا مجموعہ ہے، آزمائشوں اور مشکلات سے کسی کو مفر نہیں، تو اب انسان کو زندگی کے سفر کی تمام سختیوں اور تلخیوں میں بے قرار اور مایوس ہونے سے بچانے والی چیز اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن مقدس کے اس اصول کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے اور اپنا راہ نما بنالے، اور یہ حقیقت دل ودماغ کے ہر حصے میں راسخ کرلے کہ حالات کی ان سختیوں کے بطن سے

بھی اس کے لئے خیر برآمد ہوگی، اور رات کی شدید ظلمتوں کے بطن سے اس کے لئے بہر حال سحر نمودار ہوگی، بقول جگر ؎

طولِ شبِ فراق سے گھبرا نہ اے جگر ایسی بھی کوئی رات ہے جس کی سحر نہ ہو

قرآنی قصص و واقعات اور تاریخ کے صفحات میں ایسے بے شمار نمونے موجود ہیں جو اس قرآنی اصول کی واقعیت اور صداقت کا زندہ ثبوت ہیں، اس کی چند مثالوں کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے:

(۱)... قرآن بتاتا ہے کہ فرعون کے ظلم سے بچانے کے لئے حضرت موسیٰ کی والدہ نے اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیر خوارگی کے زمانے میں دریا میں ڈال دیا، اللہ نے انہیں یہ حکم دیا تھا، اس حکم کی تعمیل ان کے لئے کتنی شاق گذری ہوگی، اور اپنے لخت جگر کو دریا کی بے رحم موجوں کے سپرد کر دینا ان کے لئے کتنا گراں ہوگا، پھر بیٹے کا فرعون کی تحویل میں پہونچنا، ان کے لئے کتنا سوہانِ روح رہا ہوگا، تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، قرآنی بیان کے مطابق:

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَى فَارِغاً۔ (القصص: ۱۰)

حضرت موسیٰ کی والدہ کا دل بہت بے قرار تھا۔

مگر پھر مختصر سی مدت ہی میں اس کا کیا خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا، اور پھر پوری قوم ''بنی اسرائیل'' کے لئے کیسے مبارک حالات سامنے آئے، پوری طرح ظاہر ہے۔

(۲)... حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا واقعہ دیکھا جائے، کیسے کیسے حالات ان کے سامنے آئے، تاریک کنویں سے ان کی آزمائش کا سفر شروع ہوا تھا، پھر زلیخا کے دامِ مکر، پھر قید و بند، پھر عہدہ و منصب کی آزمائشیں، ساتھ ہی غریب الوطنی، اہل خانہ، وطن، والدین و اقارب سے دوری، یہ سب حالات تھے، مگر پھر ان کی صبر و استقامت کے انعام کے طور پر ان کو نبوت کا عظیم منصب بھی ملا، حکومت مصر کی وزارتِ خزانہ کا عہدہ بھی ملا۔

(۳)... حضرت موسیٰ کی موجودگی میں اللہ کے حکم غیبی سے حضرت خضر نے ایک معصوم بچے کو قتل

کیا، حضرت موسیٰ نے اس پر سختی سے نکیر بھی کی، مگر بعد میں حضرت خضر نے اس کی توجیہ کرتے ہوئے بتایا، قرآن فرماتا ہے:

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَاناً وَكُفْراً۔ فَأَرَدْنَا أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْراً مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْماً۔ (الکہف: ۸۱-۸۰)

اور لڑکے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کے ماں باپ مؤمن تھے، اور ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے، چنانچہ ہم نے یہ چاہا کہ ان کا پروردگار انہیں اس لڑکے کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں بھی اس سے بہتر ہو، اور حسن سلوک میں بھی اس سے بڑی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک عمل جو اپنی ظاہری شکل میں بہت بدتر معلوم ہو رہا تھا، انجام کے لئے لحاظ سے بہت بہتر اور پورے خاندان کے لئے مفید ثابت ہوا۔

یہاں رک کر اس پہلو پر بھی غور کیا جانا چاہئے کہ ہمارے اپنے ماحول میں جو لوگ اولاد کی نعمت سے محروم رہتے ہیں، فطری طور پر ان کی زندگی بے حد بے سکون اور بے چین رہتی ہے، مسلسل احساسِ محرومی اور رنج وغم کی مستقل کیفیات ان پر طاری رہتی ہیں، ایسے افراد اگر حضرت موسیٰ وخضر کے واقعہ کے مذکورہ پہلو کا بغور مطالعہ فرمالیں تو نہ صرف یہ کہ ان کا غم وحزن دور ہوجائے گا بلکہ اللہ کے فیصلہ پر ان کے قلب کو مکمل اطمینان وانشراح کی نعمت حاصل ہوجائے گی اور ان کا ایمانی شعور انہیں اس پہلو تک پہونچائے گا کہ شاید اگر وہ اولاد کی دولت سے سرفراز ہوتے تو ممکن ہے کہ ان کی اولاد مستقبل میں ان کے لئے رحمت کے بجائے زحمت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے قرار کے بجائے وبال جان ثابت ہوجاتی، اور ان کی زندگی کا سارا لطف مکدر ہوکر رہ جاتا۔

تو نگاہ ظاہر جس چیز کو شر کو قرار دے رہی ہوتی ہے بسا اوقات ایمانی شعور اور قرآنی تدبّر اسے خیر قرار دیتا ہے اور ثابت کرتا ہے۔

(۴)... روایات میں آتا ہے کہ مشہور صحابی حضرت ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا، حضرت ام سلمہ کے لئے

اپنے رفیق حیات کی جدائی کا یہ صدمہ بہت سخت تھا، وہ فرماتی ہیں کہ میرے دل میں عجیب خیالات آرہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور فرمایا:

مَامِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا أَمَرَهُ اللهُ: إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أَجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ، وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا، إِلاَّ أَخْلَفَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهَا۔ (مشکوۃ: الجنائز)

جس مسلمان کو کوئی مصیبت پیش آئے، اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے اور یہ دعا مانگ لے: خدایا: اس مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما، اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما، تو اللہ اسے ضرور بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب یہ مصیبت میرے اوپر آئی اور میں نے یہ دعا پڑھی تو خیال آیا کہ میرے لئے ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ مگر مختصر عرصہ کے بعد جب ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آئیں تو انہیں اندازہ ہوا کہ اللہ نے ان کے لئے اس حادثے کے ذریعہ کیسی بڑی نعمت مقدر کردی تھی، اور انہیں اپنے محبوب پیغمبر علیہ السلام کی ازواج میں شمولیت کا شرف عطا کردیا تھا۔

ہر صاحب ایمان بندے اور بندی کے لئے اس واقعہ میں یہ عظیم سبق اور پیغام موجود ہے کہ انہیں اپنی سعادت اور خیر کو کسی ایک گوشے یا مرحلہ کے ساتھ منحصر ومحدود نہیں سمجھنا چاہیے، آزمائش، غم اور مصائب کے حالات عارضی ہوتے ہیں اور ان سے سابقہ ہر ایک کو پڑتا ہے، انسان اپنے رب پر مکمل تکیہ رکھے اور اپنی سمتِ سفر درست رکھے تو بالآخر گوہر خیر سے اس کا دامن بھر دیا جاتا ہے۔

عملی زندگی میں کتنے ہی لوگوں کو ایسے تجربات ومشاہدات ہوتے ہیں کہ کسی چیز کے چھوٹ جانے یا نہ مل پانے کو بہت بڑی محرومی سمجھا جارہا ہوتا ہے، اس پر اظہار افسوس ہورہا ہوتا ہے، مگر کچھ ہی وقفے سے جب اس کے نقصانات سامنے آتے ہیں اور اس چیز کے نہ ملنے کے فوائد سامنے آتے ہیں تو صورت حال بدل جاتی ہے۔

ایک آدمی طویل سفر پر جارہا ہے، نظام طے ہے، فلائٹ متعین ہے، وہ وقت پر ایئرپورٹ پہونچ

گیا ہے، اچانک اسے انتظار گاہ میں نیند آ جاتی ہے، اس کی پرواز روانہ ہو جاتی ہے، وہ ہڑ بڑا کر اٹھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ وہ بہت بڑا نقصان کر بیٹھا، اس کی منزل کھوٹی ہو گئی، ابھی وہ اس غم میں ہوتا ہے کہ اچانک خبر آتی ہے کہ وہ جہاز حادثہ کا شکار ہو گیا اور تمام مسافر لقمۂ اجل بن گئے، اب یہ شخص ہزار بار اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اپنی سلامتی پر اس کی مسرت کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے اور پھر اسے سمجھ میں آتا ہے کہ پرواز کے چھوٹ جانے اور نیند کے آ جانے سے اسے اپنا جو نقصان نظر آ رہا تھا، وہ حقیقت میں نقصان نہیں تھا، اس کے لئے اللہ کی خصوصی رحمت تھی اور انجام کے لحاظ سے اس کے لئے سراسر خیر تھی۔

معروف عرب عالم و ادیب ڈاکٹر عائض قرنی نے اپنی مقبول و معروف کتاب ''لاتحزن'' میں اس قرآنی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھا ہے:

> عقل مند اور ذہین انسان نقصان کو نفع سے تبدیل کر دیتا ہے، جب کہ غبی اور بے شعور انسان ایک مصیبت کو دو آفتوں میں بدل دیتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑی تو آپ نے مدینۃ المنورہ میں ایسی مثالی ریاست قائم فرما دی جس کی نظیر پوری تاریخ میں نایاب ہے، امام احمد بن حنبل کو اسیرِ زنداں کیا گیا، انتہائی اذیت ناک کوڑے کی سزا سے ان کی تواضع کی گئی مگر دنیا نے انہیں اہل سنت کا امام تسلیم کیا، امام ابن تیمیہ محبوس ہوئے، پھر جب رہا ہوئے تو پوری دنیا میں ان کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا، امام سرخسی کو کنویں نما گڈھے میں قید کیا گیا تو وہیں سے انہوں نے بیس سے زائد ضخیم جلدوں پر مشتمل معرکۃ الآراء فقہی انسائیکلو پیڈیا تیار کر ڈالا، امام ابن الاثیر کو گھر میں نظر بند کیا گیا تو انہوں نے جامع الاصول اور النہایہ جیسی معروف کتب حدیث مرتب کر دیں، امام ابن الجوزی کو بغداد سے جلاوطن کیا گیا، تو انہوں نے قراءات سبعہ کی تجوید تیار کر دی، مالک بن الریب کو بخار ہوا جو بالآخر مرض الموت ثابت ہوا تو انہوں نے وہ اعلیٰ اور معروف قصیدہ لکھا جو عباسی شعراء کے پورے پورے دیوانوں کی ہمسری کرتا ہے، ابوذویب الہذلی کے فرزندوں کی وفات ہوئی تو انہوں نے ایسا شاہکار مرثیہ کہا کہ

زمانہ ششدر رہ گیا، اور وہ تاریخ کا ایک ریکارڈ بن گیا۔
اس سے سبق ملتا ہے کہ کوئی آفت آئے تو اس کے روشن پہلو پر نگار رکھا کیجئے، کوئی آپ کو لیموں کا پیالہ دے تو آپ اس کی کڑواہٹ پر نظر ڈالنے کے بجائے تھوڑی سے شکر ملا کر اسے لذیذ مشروب بنا لیجئے، کوئی آپ کو مردہ سانپ دے تو اس کی قیمتی کھال لے کر بقیہ کو پھینک دیجئے، کیسے ہی سخت حالات ہوں، ان کا مقابلہ اس طرح کیجئے کہ آپ کے دامن رنگ رنگ کے پھولوں سے بھر جائیں، قرآن کہتا ہے: بہت ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو مگر وہ تمہارے لئے خیر ہو۔

(لاتحزن: ۱۳۱-۳۲)

مقام افسوس یہ ہے کہ انسان بالعموم اپنی زندگی میں اس قرآنی اصول کو پورے طور پر نظر انداز کر دیتا ہے، مصائب کے حالات جب بھی پیش آتے ہیں، انسان صبر واستقامت کے بجائے جزع فزع، ناامیدی و مایوسی اور بددلی کا شکار ہو جاتا ہے، حالات سے سبق لینے اور از سر نو جہد مسلسل کی طرف اس کی توجہ بالکل نہیں ہوتی۔

جبکہ نارمل حالات میں بھی اور بطور خاص حالات کی سختیوں میں ہر صاحب ایمان کو ثبات وصبر کی تدبیر پر پورے طور قائم رہنا چاہئے، ایک صاحب قلم نے درست لکھا ہے:

”آدمی آزاد اور بے قید زندگی کو پسند کرتا ہے، حالانکہ اس کی بھلائی اس میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی رسی میں باندھ کر رکھے، آدمی اپنی تعریف کرنے والے کو دوست بناتا ہے، حالانکہ اس کے لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو اپنا دوست بنائے جو اس کی غلطیوں کو اسے بتاتا ہے، آدمی ایک حق کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ اس طرح اس نے لوگوں کی نظر میں اپنے وقار کو بچا لیا، حالانکہ اس کے لئے زیادہ بہتر یہ تھا کہ وہ اپنی عزت کو خطرے میں ڈال کر کھلے دل سے حق کا اعتراف کرلے، آدمی محنت اور قربانی والے دین سے بے رغبت رہتا ہے، اور اس دین کو لے لیتا ہے جس میں معمولی باتوں پر جنت کی خوشخبری مل رہی ہے، حالانکہ اس کے لئے زیادہ بہتر تھا کہ وہ محنت اور قربانی والے دین کو اختیار کرتا، آدمی زندگی کے مسائل کو اہمیت دیتا ہے، حالانکہ زیادہ بڑی عقل مندی یہ ہے کہ

آدمی موت کے مسائل کو اہمیت دے۔"

(تذکیر القرآن: مولانا وحید الدین خاں: ۹۰)

ایک صاحب ایمان کے لئے قرآن وسنت کی ہدایت یہی ہے کہ وہ خیر کے حصول کے لئے اپنی تمام طاقت صرف کرے اور بقول شاعر ؎

عَلَیٰ الْمَرْئِ أَنْ یَسْعَیٰ اِلَیٰ الخَیْرِ جُهْدَهُ وَ لَیْسَ عَلَیْهِ أَنْ تَتِمَّ الْمَقَاصِدُ

آدمی کی ذمہ داری ہے کہ خیر کے لئے پوری کوشش خرچ کرے، نتائج اس کے ذمے نہیں، اللہ کے ذمے ہیں۔

حتی المقدور ممکنہ اسباب کی فراہمی کے بعد اللہ پر انجام چھوڑ دے، اگر خلافِ توقع حالات سامنے آئیں تو مذکورہ قرآنی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے، استقامت وصبر کا ثبوت دے اور یہ یقین تازہ کر لے کہ مصائب وآلام ظاہری لحاظ سے کتنے ہی شاق کیوں نہ ہوں، بالآخر انسان کو انجام کے لحاظ سے خیر اور قرب الٰہی کی منزل تک پہونچاتے ہیں، ضرورت پختہ ایمان، استقامت اور صبر کی ہوتی ہے۔

یہ اللہ کا بے انتہا عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی سعادت وکامرانی کا تمام تر معاملہ اپنی ذات عالی ہی سے وابستہ رکھا ہے، انسان سے اگر دنیا کے تمام ظاہری سہارے چھن بھی جائیں مگر وہ اللہ پر ایمان وتوکل کا سہارا رکھتا ہو تو سراسر نفع میں ہے، اور اگر تمام ظاہری سہارے فراہم ہوں مگر ایمان وتوکل کا سرمایہ نہ ہو تو انسان سراسر محروم ہے ؎

مِنْ کُلِّ شَیْئٍ اِذَا ضَیَّعْتَهُ عِوَضُ وَ مَا مِنَ اللّٰهِ اِنْ ضَیَّعْتَهُ عِوَضُ

تم ہر سہارا کھو دو، بدل مل جائے گا، مگر اللہ کے سہارے کا دامن چھوٹ جائے تو بدل کوئی نہیں۔



طب وصحت

ساگودانہ

ثناء اللہ خان احسن

بچپن میں جب کبھی بیمار پڑتے، خاص طور پر بخار یا ٹائیفائیڈ ہوتا تو ڈاکٹر صاحب کی کڑوی کسیلی دواؤں اور انجکشن کے ساتھ ساتھ پرہیز کی ہدایت بھی ملتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کہتے کہ ان کو ہلکی غذا دیجیے۔ امی پوچھتیں کہ ہلکی غذا میں کیا دیا جائے تو ڈاکٹر صاحب قدرے توقف سے فرماتے کہ چائے بسکٹ، ساگودانہ، اگر گلا خراب اور کھانسی نہ ہو تو موسمی کا رس، دلیہ دودھ ڈال کر یا پھر مونگ کی دال کی کھچڑی جس میں دال دو حصے اور چاول ایک حصہ ہو۔ باقی تمام اشیا تو عام ہوتیں مگر ہم ہمیشہ ساگودانہ کے بارے میں سوچتے کہ یہ کیا چیز ہے اور کہاں سے نکلتی ہے کیونکہ یہی ایک چیز صرف اس وقت بطور غذا دی جاتی تھی جب انسان بیمار ہو۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ ساگودانہ آخر ہے کیا چیز!!!

ساگودانہ عام طور پر دو ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے: 1...: ساگو پام 2...: کساوا

ساگودانہ ایک پام نما درخت (جس کو "ساگو پام" کہا جاتا ہے) کے تنے کے درمیانی اسفنج نما حصے سے نکالا جاتا ہے۔ ساگو پام ایک انتہائی خوبصورت درخت ہوتا ہے۔ نیوگنی میں اس کے درخت بکثرت ہوتے ہیں اور وہاں کے مقامی لوگ اس کو پیس کر اس کا آٹا بھی بناتے ہیں اور اس کی روٹی بھی بناتے ہیں۔ بلکہ یہ وہاں کی مقامی آبادی کی بنیادی غذا بھی ہے۔ ایشیا میں یہ سب سے زیادہ انڈونیشیا اور ملائیشیا میں پایا جاتا ہے، جہاں سے اسے یورپ اور دیگر ممالک کو برآمد کر دیا جاتا ہے۔ ساگو پام سری لنکا میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگر ساگو پام کے درخت میں پھل لگ جائے تو پھل پکنے کے بعد اس کا دور حیات ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ درخت مردہ ہو کر سوکھ جاتا ہے اور اس کے تنے کا درمیانی

حصہ سخت ہو جاتا ہے جس میں سے ساگو نہیں نکلتا۔ اس لئے احتیاط کی جاتی ہے کہ اس درخت میں پھول آنے سے پہلے اس کو کاٹ لیا جائے۔ ساگو پام کا درخت سات سے پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد پھول دینا شروع کرتا ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ پھول آنے سے پہلے پہلے اس درخت کو کاٹ لیا جاتا ہے۔ تنے کے اوپری موٹی چھال اور لکڑی کے درمیان نرم اسفنج نما ساگو بھرا ہوتا ہے۔ ایک ساگو پام سے تقریبا آٹھ سو پاؤنڈ کے قریب ساگو دانہ حاصل ہوتا ہے۔ نرم گودے کو نکال کر خشک کیا جاتا ہے پھر اس کو پیس کر اس کا آٹا بنا لیا جاتا ہے جس سے مختلف پکوان تیار کئے جاتے ہیں اور روٹی بھی۔ بیرونی ممالک کو برآمد کرنے کے لئے ایک خاص طریقے سے اس کو دانہ دار بنایا جاتا ہے جیسا کہ آپ ساگو دانے کو دیکھتے ہیں۔

کساوا Cassava: کساوا ایک ٹراپیکل پلانٹ ہے جو بھارت، سری لنکا، ملائشیا، جنوبی امریکہ اور دیگر گرم مرطوب علاقوں میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی آرائشی پودے کے طور یہ پودا استعمال کیا جاتا ہے اور نرسریوں پر دستیاب ہے۔ اس کی جڑیں شکر قندی جیسی ہوتی ہیں۔ کساوا سے ساگو دانہ بنانے کے لئے اس کی جڑیں زمین کھود کر نکالی جاتی ہیں۔ ان کو دھونے کے بعد ان کا چھلکا اتارا جاتا ہے۔ چھلکا اتارنے کے بعد اس جڑ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جاتے ہیں، پھر ان ٹکڑوں کو پیس کر پاوڈر بنا لیا جاتا ہے۔ اس پاوڈر میں دودھ ملا کر چھ گھنٹوں کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے، جس سے یہ ایک طرح کے خمیر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو مشینوں کی مدد سے خشک کر کے دانہ دار ساگو دانہ بنا لیا جاتا ہے۔ پاکستان، بھارت میں دستیاب ساگو دانہ یہی کساوا کی جڑ سے تیارا کیا جانے والا دستیاب ہے۔

اگر آپ اپنی نسلوں کو معذوری سے بچانا چاہتے ہیں، آپ چاہتے ہیں آپ کی نسلوں کے قد بڑھیں اور بہترین دراز قد ہوں، خوبصورت ہوں، صحت مند ہوں، عقل مند ہوں، ان کا حافظہ بہترین لاجواب ہو، ان کی صحت بہت زیادہ قابل رشک ہو اور خود ان کی نسلوں میں معذور بچے، اپاہج، لولے، لنگڑے، کانے اندھے پیدا نہ ہوں تو آپ سے میری یہی مخلصانہ درخواست ہے کہ اپنی حاملہ خواتین کو

آپ ساگودانہ کی کھیر ضرور کھلائیں صبح نہار منہ، یا کسی وقت بھی اور اپنے بچوں کو ساگودانہ کا استعمال متواتر کرائیں یہ بہت سستی غذا ہے۔ یاد رکھیں چمک دار اشتہار اور ایسے اشتہار جس میں ماں اور بچے کو دکھایا جاتا ہے اور ساتھ ایک چمکتا ہوا ڈبہ جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں تمہارے بچوں کی صحت کا بھرپور خزانہ موجود ہے، کبھی اس میں کچھ نہیں ہوتا اور سب نقصان اور کمائی کے انوکھے انداز ہیں۔ بس! ساگودانہ کی کھیر خالص دودھ میں پکی ہوئی۔ آپ نے بچوں کی صحت کا راز پالیا اگر یہ استعمال کرلیا اور صحت مند ماؤں کو صحت و تندرستی کا دروازہ اگر دکھانا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ مائیں ہمیشہ صحت مند بچے ہی جنیں، انہیں ساگودانہ کا استعمال ضرور کروائیں۔ میرے پاس کتنے گھرانے ایسے ہیں انہیں یہ بات سمجھ آگئی اور انہوں نے پہلے دن سے ساگودانہ استعمال کروایا اور ساگودانہ نے ان کے بچوں کو جہاں فٹنس، صحت اور تندرستی دی وہاں خوبصورتی بہت زیادہ دی اور حسن و جمال بہت زیادہ دیا اور یہ خوبصورتی اور حسن و جمال ان کی نسلوں کیلئے ایک بہتری اور خوشنمائی کا ذریعہ بنا۔ آیئے! اس صحت مند غذا کو ہم اپنی زندگی میں شامل رکھیں۔ اب تک سائنس نے اس کے بہت زیادہ ریسرچ کے بعد 23 فوائد لکھے ہیں۔ ان میں ایک فائدہ یہی ہے کہ اس کے استعمال سے بھینگا پن اور چھوٹے قد کا مسئلہ حل ہوجاتا ہے اور اس کے استعمال سے دراز قد نسلیں معاشرے میں شامل ہوتی ہیں جو کہ ظاہری حسن و جمال کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کا دوسرا فائدہ جو سائنس نے ریسرچ کرکے بتایا ہے ایسے لوگ جن میں ہڈیوں کی خستگی ہوتی ہے تھوڑی سی چوٹ لگنے کے بعد ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں یا خم دار ٹیڑھی ہوجاتی ہیں یا ان میں لکیریں پڑجاتی ہیں اور انسان ہفتوں اور مہینوں بستر پر لیٹ جاتا ہے اور کوئی حرکت نہیں کرسکتا جو ساگودانہ کا استعمال کریں گے، ان کی ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور اگر انہیں یہ عوارض ہیں یا ان کی نسلوں میں یہ عوارض ہیں کہ ان کی ہڈیاں ختم ہوجاتی ہیں یا کمزور ہوجاتی ہیں وہ سوفیصد ساگودانہ کا استعمال کریں۔

☆......☆......☆

تعلیم وتربیت

سالانہ امتحانات وفاق المدارس 1440 کے اعداد وشمار

ملتان، کراچی (5 مئی 2019ء) وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے سالانہ امتحان 2019ء کے نتائج کا اعلان کر دیا ہے۔ نتائج کا اعلان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے 5 مئی 2019ء بروز اتوار جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی میں کیا۔

سالانہ امتحانات کے لئے مجموعی طور پر 374536 طلبہ وطالبات کا داخلہ موصول ہوا، جن میں سے 359953 نے شرکت کی۔ 298864 پاس ہوئے اور 61089 ناکام ہوئے۔ کامیابی کا تناسب 83 فیصد رہا۔ درجہ کتب کے طلبہ وطالبات کی تعداد 295666 تھی جس میں سے 285387 نے شرکت کی، ان شرکاء میں سے 227421 کامیاب اور 57966 ناکام ہوئے۔ درجہ حفظ کے طلبہ وطالبات کی تعداد 78870 تھی، جس میں سے 74566 نے شرکت کی، ان شرکاء میں 71443 کامیاب اور 3123 ناکام ہوئے۔ درجات کتب میں ملکی سطح پر اول دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کے نام یہ ہیں:

طلبہ میں سے درجہ عالمیہ سال دوم (ایم اے پارٹ 2) میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے امین اللہ نے اول پوزیشن، جامعہ معہد الفقیر الاسلامی جھنگ کے طلحہ اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے کاشف جان نے دوم جبکہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے شعیب خان نے ملکی سطح پر سوم پوزیشن حاصل کی۔ عالمیہ سال اول (ایم اے پارٹ 1) میں پراچہ جامعہ اسلامیہ انجرا اٹک کے نصیب

اللہ نے اول، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے اعجاز احمد نے دوم اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے حسن رضاء نے سوم پوزیشن حاصل کی۔

عالیہ سال دوم (بی اے پارٹ 2) میں جامعہ امدادیہ کوئٹہ کے محمد رئیس نے اول، جامعہ دارالعلوم زبیریہ پشاور کے حفیظ الرحمن نے دوم جبکہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے محمد حماد قریشی اور محمد برہان نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ عالیہ سال اول (بی اے پارٹ 1) میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے عبدالکلام نے اول، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد کے محمد قاسم، دارالعلوم حرمزئی پشین کے غیاث الدین اور مدرسہ رحمت عالم کراچی کے محمد واسل نے دوم جبکہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی محمد معاذ احمد، جامعۃ الرشید کراچی کے اسامہ اور جامعہ دارالعلوم معاذ بن جبل کراچی کے محمد عثمان نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ ثانویہ خاصہ (ایف اے) میں جامعۃ الرشید کراچی کے رفیع اللہ نے اول، مدرسہ بیت السلام کراچی کے حفیظ اللہ نے دوم جبکہ مدرسہ بیت السلام کراچی کے عبدالباری اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے امیر جان نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ ثانویہ عامہ (میٹرک) میں جامعۃ الصفہ سعید آباد کراچی کے زین اللہ نے اول، مدرسہ بیت السلام سگھر چکوال کے حبیب عمر نے دوم جبکہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدیق اللہ، جامعۃ الرشید کراچی کے محمد جمیل اور جامعہ آس اکیڈمی لاہور کے محمد حسن نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ متوسطہ (مڈل) میں جامعہ ابوہریرہ میلسی وہاڑی کے محمد مرسلین نے اول، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے محمد احمد نے دوم اور مدرسہ اسلامیہ محمودیہ بھرت بنوں کے عبدالرحمن نے ملکی سطح پر سوم پوزیشن حاصل کی۔

دراسات دینیہ سال دوم میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے حافظ محمد یحییٰ افتخار نے اول، دارالعلوم اسلامیہ سنٹرل جیل لاہور کے سلطان محمد اور جامعہ حفصہ لبنات الاسلام عبدالحکیم خانیوال کے یاسر ندیم نے دوم جبکہ دارالعلوم الاسلامیہ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی کے حافظ ثناء اللہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ دراسات دینیہ سال اول میں مدرسہ عربیہ بیت السلام مانیری پایاں صوابی کے

عبداللطیف نے اول، جامعہ دارالعلوم کراچی کے محمد فہد خان نے دوم اور دارالعلوم الاسلامیہ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی کے حامد نواز نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ تجوید للعلماء میں مدرسہ عربیہ عبداللہ بن مسعود پنیاں ہری پور کے ناظم الدین نے اول، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور کے محمد رضوان فاروق نے دوم اور دارالعلوم عربیہ ٹل ہنگو کے واحداللہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ تجوید للحفاظ میں جامعہ دارالعلوم زکریا ترنول اسلام آباد کے محمد عثمان نے اول، جامعہ تعلیم القرآن فاروقیہ زندانی ڈیرہ اسماعیل خان کے سہیل احمد نے دوم اور جامعہ تعلیم القرآن مینگورہ سوات کے عبدالرحمن نے سوم پوزیشن حاصل کی۔

اسی طرح طالبات میں سے درجہ عالمیہ سال دوم میں معہد الخلیل الاسلامی بہادرآباد کراچی کی حنیفہ ریاض نے اول پوزیشن، جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات انجرا اٹک کی بشریٰ رحمن نے دوم اور جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات زریاب کالونی پشاور کی سنبل انعام نے ملکی سطح پر سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ عالمیہ سال اول میں جامعہ فاطمۃ الزہراء گل آباد نمبر ا پشاور کی رخسانہ مختیار نے اول، جامعہ یوسفیہ بنوریہ شرف آباد سوسائٹی کراچی کی ثناء نے دوم جبکہ مرکز العلوم الاسلامیہ ایم پی آر کالونی کراچی کی فائزہ اور جامعہ نظامیہ للبنات ناظم آباد کراچی کی فاطمہ قمر نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ عالیہ سال دوم میں جامعہ طیبہ لبنات الاسلام سیالکوٹ کی سحر مبین نے اول، جامعہ خنساء للبنات شریف آباد فیڈرل بی ایریا کراچی کی اسماء نے دوم جبکہ جامعہ عثمانیہ پشاور کی حمیرا شاہ اور جامعہ دارالقرآن مسلم ٹاؤن فیصل آباد کی حافظہ صالحہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ عالیہ سال اول میں جامعہ اشرف البنات باڑہ گیٹ پشاور کی ایمن نے اول، جامعہ تعلیم القرآن واہ کینٹ راولپنڈی کی ماریہ قیوم نے دوم جبکہ جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات چارخانہ روڈ پشاور کی سعدیہ کلثوم اور جامعہ اسلامیہ خلیلہ لاسی خدابخش گوٹھ کراچی کی امیمہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔

درجہ ثانویہ خاصہ سال دوم میں جامعہ بناء العلم لاہور کی ثناء اصغر نے اول، جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات بیدیاں روڈ لاہور کی عمارہ عطاء اللہ نے دوم اور جامعۃ الحسنین بغدادہ مردان کی طیبہ نے سوم

پوزیشن حاصل کی۔درجہ ثانویہ خاصہ سال اول میں جامعہ خدیجۃ الکبریٰ محمد علی سوسائٹی کراچی کی رملہ سلمان نے اول، جامعہ بنوریہ سائٹ ایریا کراچی کی جویریہ اور جامعہ مرکز فہم دین ڈیفنس فیز ۴ کراچی کی حمیرا ظفر اقبال نے دوم جبکہ جامعہ مرکز فہم دین ڈیفنس فیز ۴ کراچی کی خوش بخت امین نے ملکی سطح پر سوم پوزیشن حاصل کی۔

دراسات دینیہ سال دوم میں مدرسہ اہل بیت نظام پور روڈ قصور کی عارفہ طاہر نے اول، جامعہ رشیدیہ جھنگ کی زینب جبار نے دوم اور مدرسہ بیت الایمان فیڈرل بی ایریا کراچی کی رومیسہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔دراسات دینیہ سال اول میں جامعہ دارالقرآن مسلم ٹاؤن فیصل آباد کی ثناء انور نے اول، جامعہ خیر المدارس ملتان کی سیدہ عائشہ صدیقہ، جامعہ عمر بن خطاب سرائے صالح ہری پور کی اسماء اور جامعہ سیدہ زینب للبنات شکریال راولپنڈی کی حفصہ بتول نے دوم جبکہ جامعہ عائشہ للبنات شیر گڑھ مردان کی منیبہ بی بی نے سوم پوزیشن حاصل کی۔تجوید للعالمات میں مدرسہ دارالقرآن مہر کالونی راولپنڈی نے اول، دارالعلوم دیر بالمقابل پولیس اسٹیشن دیر کی کائنات محمد نے دوم اور دارالعلوم الاسلامیہ اضاخیل بالا نوشہرہ کی حسینہ واحد نے سوم پوزیشن حاصل کی۔

صدر وفاق اور ناظم اعلیٰ وفاق نے نتائج کو شاندار اور بہترین قرار دیتے ہوئے کامیاب ہونے والے طلبہ و طالبات اور بالخصوص نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے جامعات اور طلبہ و طالبات کو مبارک باد پیش کی اور ان کی مزید ترقی اور کامیابی کے لئے دعا کی۔انہوں نے اس موقع پر دفتر وفاق المدارس کے جملہ کارکنان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں مختصر ترین وقت میں صحیح ترین نتائج کی تیاری پر خراج تحسین پیش کیا۔

☆......☆......☆

کتب نما

اخلاق کے موضوع پر

مدیر کے قلم سے

صوبہ سرحد کے جنوب مغرب میں واقع بستی ''مارتونگ'' ہے۔ آہ مارتونگ! جو کبھی علوم وفنون کا مرکز رہا۔ جہاں مختلف خطوں سے آنے والے ایک طویل عرصہ تک فیض حاصل کرتے رہے اور جہاں دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مشہور بزرگ، مولانا خان بہادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے علوم و فنون کا ایک گلستان آباد تھا۔ ''مارتونگ بابا'' سے یاد کیے جانے والے یہ عظیم انسان اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، وہ علم کی ایک باغ و بہار شخصیت تھے، اور ان سے فیض حاصل کرنے والوں کا فیض آج ایک جہاں میں پھیل رہا ہے۔

قدرت کے عجیب وغریب نظام کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ زندگی کی پررونق محفلیں بسا اوقات یوں اجڑ جاتی ہیں کہ بعد میں آنے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہاں بھی کبھی آئینہ ایام کی بجلیاں چمکی ہیں، لکھا ہے کہ ٹھٹھہ میں ایک دور ایسا بھی گزرا ہے، کہ وہاں ایک ہزار مدارس تھے، آج وہاں کی ویرانیوں کو دیکھ کر کون یقین کرسکتا ہے کہ یہ علم کی کن کن نابغہ روزگار شخصیات اور علم وفن کے کیسے کیسے نغموں اور زمزموں کا مدفن ہے، کوفہ، بغداد، سمرقند و بخارا، ان سب سے بڑھ کر اندلس کی آٹھ صدیوں پر مشتمل اسلامی علوم وفنون کی روح پرور تاریخ کا گہوارہ!

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کاروان!

مارتونگ کی علمی رونقیں بھی زمانہ کی خزاں کی نذر ہوگئی ہیں، لیکن ان رونقوں کو دیکھنے والے اب بھی

ہیں، جن کی حسین یادیں ان اجڑی ہوئی محفلوں کے آثار سے وابستہ ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں:

دل کو تڑپاتی ہے، گرمئ محفل کی یاد
جل چکا حاصل، مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

مولانا کمال الدین صاحب اسی مارتونگ کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، مولانا فنون کے ایک بہترین مدرس اور حدیث کے ایک اچھے استاد ہیں، انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنی بستی ''مارتونگ'' ہی میں کیا، بعد میں مختلف مقامات میں فنون کی کتابیں پڑھیں، اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے سند فراغت حاصل کی، اس کے بعد سے اب تک تدریس کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہیں، اور اب انہوں نے ''اخلاقیات'' کے موضوع پر ''نقش قدم'' کے نام سے کتاب لکھ کر میدان تصنیف میں قدم رکھ دیا ہے۔

اسلام میں عقائد وعبادات کے بعد اگلا درجہ اخلاقیات کا ہے، اخلاق، خلق کی جمع ہے۔ جس کے معنی عادت اور خصلت کے ہیں، انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوش نیتی اور اچھائی برتنے اور اس سلسلہ میں ایک دوسرے پر عاید ہونے والے فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کرنے کا نام اخلاق ہے۔ اخلاق کا اطلاق انسان کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی خوبیوں پر ہوتا ہے، اسلام نے اخلاق کا ایک مکمل نظام پیش کیا۔

اور اس کے نظام اخلاق کی خوبیوں کے لئے بس یہی شہادت کافی ہے کہ وہ عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھے، اسلام کے نظام اخلاق نے انہیں اس اوج کمال پر پہنچایا، جس کی بلندی تک کوئی سِتارہ آج تک نہ پہنچ سکا۔ عفو و درگزر، حلم و بردباری، جود وسخا، صبر وتحمل، رحمت وشفقت، محبت و مودت، عدل وانصاف، نرم خوئی وخوش چینی اور عفت و پاکدامنی اسلام کے اخلاق حسنہ کی وہ تابناک کڑیاں ہیں، جن سے یہ پورا نظام جگمگا رہا ہے، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ کے وقت نجاشی کے دربار میں جو ولولہ انگیز تقریر کی تھی، اسلام کے نظام اخلاق کی اس میں بہترین تصویر کشی کی گئی ہے، آپ نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''ایھا الملک!۔۔۔۔ ہم جاہل تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائیوں کے مرتکب تھے، قرابتوں کو قطع کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا، ہم جاہلیت کی اسی وحشت کا شکار تھے، کہ اللہ نے ہم ہی میں پیغمبر مبعوث فرمایا، ایسا پیغمبر کہ جس کا حسب اور جس کا نسب، جس کا صدق اور جس کی دیانت، جس کی امانت اور جس کی عفت، سب سے ہم خوب واقف ہیں، اس نے ہمیں توحید ربانی کی دعوت دی، بے جان پتھروں اور بتوں کی پرستش کو یکلخت چھوڑ دینے کی ہدایت کی، بات کی سچائی اور امانت کی ادائیگی، اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی، اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، حرام کاموں سے رکنے اور فساد وخونریزی سے بچنے کا حکم دیا، بے حیائی سے ہمیں روکا، ناحق بات کرنے کی ممانعت کی، یتیم کا مال کھانے سے منع کیا، پاک دامن پر تہمت سے بچنے کی تاکید کی، اور ہمیں حکم دیا، کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، صرف اسی کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں، زکوۃ دیں اور روزہ رکھیں۔''

(سیرۃ ابن ہشام ج1 ص336)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی پہلو سے اپنی بعثت کی تکمیلی حیثیت کا اعلان فرمایا، ارشاد ہے:

(**انما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق**) ''میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔''

ایمان سے بڑھ کر اسلام میں اور کیا چیز ہوسکتی ہے، تاہم اخلاق کے بغیر اس کی تکمیل ممکن نہیں، فرمایا گیا:

(**أکمل المرء منهم إیمانا أحسنهم خلقا**) ''مسلمانوں میں کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔''

حضرات محدثین ''کتاب الادب'' کے عنوان سے اخلاق کے متعلق احادیث کا شاندار ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ تصوف اخلاق کو خاص طور سے موضوع سخن بناتا ہے، اور تصوف کی اکثر کتابیں اخلاقیات پر سیر حاصل بحث کرتی ہیں، تاہم تصوف سے ہٹ کر بھی اخلاق کے موضوع پر علمائے

اسلام نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الادب المفرد"، مشہور محدث حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حافظ ابوالشیخ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اخلاق النبی ﷺ" اور اردو زبان میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں، لیکن ہمارے محدود مطالعہ میں اس موضوع پر اردو زبان میں سب سے جاندار بحث مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبی جلد ششم میں کی ہے، اور اپنے منفرد اسلوب میں اس موضوع پر پوری ایک جلد لکھی ہے۔

مولانا کمال الدین صاحب نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، ان کی یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہیں، پہلے باب میں پانچ فصلیں قائم کر کے اخلاق کے تعارف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں ان بری خصلتوں اور رذائل کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے تطہیر کے بغیر اخلاقی پہلو سے انسان کی تکمیل ممکن نہیں ہے، یہ باب چودہ فصلوں پر مشتمل ہے۔ تیسرا باب ان اخلاق حسنہ کے بیان میں ہے، جن سے متصف ہو کر انسان ایک ایسے شجر سایہ دار کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس کی آغوش میں ماندگی کا ہر احساس ختم اور تھکاوٹ کی ہر تکلیف مٹھاس میں ڈھل جاتی ہے، اس باب میں تیرہ فصلیں ہیں اور آخر میں کچھ متفرق باتیں "خاتمہ" کے عنوان سے لکھ کر کتاب ختم کر دی گئی ہے۔

مولانا نے مختلف کتابوں سے استفادہ کر کے سلیس اور عام فہم اردو میں لکھنے کی سعی جمیل کی ہے، قرآن وحدیث کے نصوص سے کلام کو مزین کیا اور جا بجا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق مثنوی سے واقعات اور حکایات نقل کر کے مضمون کو دلچسپ اور مفید تر بنایا ہے۔

وہ اپنی اس کوشش میں کتنے کامیاب ہیں؟ اور ان کی یہ کتاب کس قدر مفید ہے؟ اس کے لئے اکابر علمائے کرام کی وہ آراء پڑھیے جو کتاب کی ابتدا میں شامل ہیں کہ اس سلسلہ میں وہی سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ مولانا کا یہ "نقش قدم" نقش آخر نہیں بلکہ ان کا یہ نقش، نقش اول کی حیثیت اختیار کرے۔ ان کے آئندہ کے نقوش کے لیے، ایسے نقوش جن میں خونِ جگر شامل ہو کہ جریدہ عالم کے سینہ پر صرف اس طرح کے نقوش ہی ثبت ہو سکتے ہیں، ورنہ ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر!

مسافرانِ آخرت

مدیر کے قلم سے

10 جون 2019ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدی صاحب اسی سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے....اناللہ وانا الیہ راجعون....مولانا جامعہ اشرفیہ کے قدیم فضلاء میں سے تھے ، 1965ء میں انہوں نے وہاں سے دستار فضیلت حاصل کی تھی اور شیخ الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ سے انہیں شرف تلمذ حاصل تھا، وہ کراچی میں جامعہ ربانیہ کے نام سے ایک دینی ادارے کے بانی ومہتمم تھے،مولانا نورالہدی صاحب ایک پختہ، ذی استعداد عالم دین اور ممتاز مدرس تھے، ایک زمانہ میں کراچی کی سیاسی بساط پر بڑے فعال تھے، جمیعت علمائے اسلام کے کراچی کے امیر بھی رہے اور قومی اسمبلی کے لئے کراچی سے انتخابات میں بھی انہوں نے حصہ لیا لیکن درس وتدریس کے شعبے سے آخر تک وابستہ رہے اور کئی عشروں سے صحیح بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ایک عرصے تک اپنے ادارے کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے مدارس میں بھی درس حدیث کے لئے جاتے رہے،مولانا نورالہدی صاحب کچھ عرصہ کراچی کے مشہور دینی ادارہ جامعہ فاروقیہ میں بھی استاد رہے ہیں۔ ''التنشیط الاحوذی'' کے نام سے انہوں نے سنن ترمذی شریف کی عربی زبان میں دس جلدوں میں شرح لکھنا شروع کی تھی جس کی پہلی جلد پر اس ناکارہ نے تعارفی تبصرہ بھی لکھا تھا جو میری کتاب ''کتب نما'' میں شامل ہے۔انہوں نے قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کے ربط پر بھی ایک وقیع کتاب دو جلدوں میں ''مراصد النظر'' کے نام سے لکھی ہے جو ایک سے زائد بار چھپ چکی ہے،''اسلام اور تصوف'' اور ''مقاصد شریعت'' کے نام سے بھی انہوں نے کتابیں لکھیں جو مطبوع ہیں۔شیخ الحدیث مولانا نورالہدی صاحب رحمہ اللہ کے جانشین ان کے صاحب زادے مولانا شمس الہدی صاحب ہیں جنہوں نے جہاد ومغازی پر اردو زبان میں پہلی غیر منقوط کتاب ''سروں کے سودے'' کے نام سے لکھی جو تین سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔اللہ جل شانہ حضرت شیخ کی کامل مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے مآثر و خدمات کو قبول فرمائے۔

جامعہ کی سرگرمیاں

شب و روز

مولانا فضل الرحمن

استاذ جامعہ تراث الاسلام

☆......اس سال بھی حسب سابق مدرسہ کی طرف سے رمضان المبارک میں مستحقین میں راشن تقسیم کیا گیا، اس سال تقریباً دو سو سے زائد خاندانوں کے لئے پیکیج تیار کیا گیا تھا۔

☆......١١ رمضان المبارک جمعہ کو جامعہ کے زیر انتظام ''مقبول مسجد'' میں نماز جمعہ کا آغاز ہوا، مدیر جامعہ نے نماز جمعہ پڑھائی۔

☆......اس سال بھی مدرسہ میں عوام کے لئے تراویح کے اندر تین ختمات کا نظم بنایا گیا تھا

☆......دس روزہ نماز تراویح میں مولوی احسان الحق نے ختم قرآن کیا (فاضل جامعہ تراث الاسلام)۔

☆......پندرہ روزہ نماز تراویح میں حافظ اجلال، تمیم اور عمر نے قرآن کریم ختم کیا۔

☆......٢٥ ویں شب جامعہ کے زیر انتظام مقبول مسجد میں تراویح میں تکمیلِ قرآن ہوا، اس موقع پر مفتی محمد ساجد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ تراث الاسلام) نے بیان کیا۔

☆......جامعہ کے مرکزی مصلیٰ پر ختم قرآن ستائیس روز میں ہوا، حافظ لقمان، مولانا عبد الجبار اور حافظ سعود نے اس میں حصہ لیا، مولانا اختر شاہ صاحب (استاذ حدیث جامعہ تراث الاسلام) اور مولانا عبد الجبار صاحب (سابق استاد جامعہ تراث الاسلام) روزانہ پڑھے جانے والے پارے کا خلاصہ بیان کرتے رہے۔

☆......٢٧ ویں شب میں تکمیل قرآن کے موقع پر مدیر جامعہ نے بیان کیا۔

☆......جمعۃ الوداع اور عید الفطر کی نماز مدیر جامعہ نے پڑھائی۔

☆......جامعہ میں نئے تعلیمی سال (١٤٤٠ھ) کے داخلوں کا آغاز ٨ شوال ١٤٤٠ھ سے کرنے کا فیصلہ ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ سرپرستی:
حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب دامت برکاتہ
نائب مفتی۔۔۔دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

زیرِ نگرانی:
حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب دامت برکاتہم
مدیر۔۔۔جامعہ تراث الاسلام کراچی

درسِ نظامی کے فضلاء کے لیے ایک اہم اور مفید کورس

ایک سالہ تخصص فی الافتاء

نمایاں خصوصیات:

- اصول افتاء، میراث، قواعدِ فقہ اور اسلامی بینکاری سے متعلق اہم کتب (مقدمہ ردالمحتار، امدادالفتاوی، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصر/فقہ البیوع اور المعاییر الشرعیہ کے منتخب ابواب کی تدریس۔
- اردو تحریر اور املاء وترقیم پر خصوصی توجہ۔
- جامعہ دارالعلوم کراچی کے طرز پر فتوی نویسی کی مشق، ہر طالب علم کم از کم سو (100) فتاوی مع (10) تخریجات۔
- معاصر اور اہم موضوعات پر (40تا50 صفحات) تحقیقی مقالہ جات لکھنے کا التزام۔
- ماہر فنون کی زیرِ نگرانی پورے سال میں سات شارٹ کورسز (مضمون نگاری کورس، فلکیات کورس، تکافل کورس، اسلامی بینکاری کورس، ڈیجیٹل لٹریسی کورس، جدید عربی کورس اور انگریزی کورس)۔
- فقہ الحلال پر خصوصی کورس کا انعقاد۔
- مختلف عربی اور اردو فتاوی جات کی منتخب فصول کا مطالعہ، جس کا باقاعدہ امتحان بھی لیا جاتا ہے۔
- ہر طالب علم کے لیے قیام وطعام کا انتظام۔
- ہر ماہ مختلف موضوعات پر خصوصی لیکچرر کو مدعو کرنے کا اہتمام۔

شرائطِ داخلہ:

- دورہ حدیث شریف میں وفاق المدارس یا کسی مستند ادارے سے سالانہ امتحان میں ممتاز یا کم از کم بتقدیر جید جدا کامیابی حاصل کی ہو۔
- امتحانِ داخلہ میں کامیاب ہونا ضروری ہے۔

تاریخِ داخلہ:

11 شوال تا 15 شوال 1440ھ - مقررہ ایام میں درخواست کے ساتھ دورہ حدیث کا مصدقہ نتیجہ بھی جمع کروائیں۔

جامعہ تراث الاسلام

سلیم ہاؤسنگ سوسائٹی، شاہ فیصل نمبر 3 کراچی

رابطہ نمبر: مفتی محمد ساجد میمن 03343042355 / مفتی محمد اویس نعیم 03453930727

وفاق المدارس... ساٹھ سالہ تاریخ
(اکابر علماء کی نظر میں)

اس کتاب سے ایک طرف جہاں دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے تعلیمی بورڈ کا تعارف سامنے آئے گا، وہیں ''وفاق المدارس'' کی پوری تاریخ یکجا ایک کتاب میں محفوظ ہو جائے گی۔ مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے اس کام کی ذمہ داری لی اور مسلسل محنت کے بعد یہ عظیم دستاویز الحمدللہ تیار ہوگئی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
(سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

یہ کتاب وفاق المدارس کی جامع تاریخ بھی ہے اور اہل علم کے لیے تعلیم وتربیت کے اصول وضوابط کا ایک انمول تحفہ بھی!

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

الحمدللہ اس ''دستاویز'' میں بہت اہم مواد بزرگوں کی خدمات کا اور ان کی تحریروں کا جمع ہوگیا ہے، بلکہ برصغیر ہندو پاکستان میں دینی مدارس کی ایک تاریخ اس میں محفوظ ہوگئی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی

نصاب اور نظام تعلیم وتربیت کے حوالے سے اکابر علماء اور ماہرین تعلیم کی رہنما تحریروں کا ایک گلدستہ اس میں سجا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت مولانا محمد انوار الحق
(نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

اس کتاب کے مطالعہ سے وفاق المدارس العربیہ کی تاریخ، اس کے نظریات اور اس کے رجال کار کا تعارف حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی

وفاق المدارس العربیہ پاکستان
ساٹھ سالہ تاریخ

پاکستان میں وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ جاوداں تاریخ اس میں الحمدللہ مرتب ہوگئی ہے۔

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
(ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

بڑی عرق ریزی کے ساتھ وفاق کی ساری تاریخ ٹٹول کر یہ تاریخ ساز مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید
(جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

بڑی محنت کے ساتھ شروع سے لے کر اب تک وفاق المدارس کی تاریخ مرتب کردی ہے... جس میں اعتدال بھی ہے اور جامعیت بھی! مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عصری تعلیمی اداروں اور شعبوں کے لیے بھی ایک علمی رہنمائی اور تعارف فراہم کرے گی۔

حضرت مولانا فضل الرحمن
(قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان)

امید ہے کہ یہ تاریخ ساز دستاویز، نہ صرف دینی مدارس کے منتظمین اور متعلقین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی بلکہ اس سے عصری اداروں کے وہ صاحبان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو تعلیم وتربیت کے کسی نصاب یا نظام سے جڑے ہوئے ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت مولانا طارق جمیل